



بموقع تحفظ سنت کا قرض
رضوانہ نامہ جمعیت علماء ہند

خیر مساجد علماء ہند

(بناہ احمد آباد)

خواتین اسلام

کی

بہترین مسجد

تالیف

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب قادی
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

جمعیت علماء ہند بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی

خیر مساجد النساء قعر بیوتہن
(رواہ احمد والبوداؤد)

خواتین اسلام کی بہترین مسجد

تالیف
مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند و مدیر ماہنامہ دارالعلوم

شائع کردہ

شعبہ نشر و اشاعت جمعیت علماء ہند۔ اہلباد شاہ ظفر مارگ نئی دہلی۔ ۲

فہرست

- ۴ • پیش لفظ:
- از حضرت مولانا ریاست علی بجنوری استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند
- ۶ • تمہید
- وہ احادیث جن سے بظاہر کسی قید و شرط کے بغیر
- ۱۲ • مساجد میں حاضری کا جواز سمجھ میں آتا ہے
- وہ احادیث جن سے صرف شب کی تاریکی میں
- ۲۴ • مسجد جانے کا جواز ثابت ہوتا ہے
- وہ احادیث جن سے مسجد کی حاضری کے وقت
- پردہ کی پابندی، زیب و زینت، خوشبو کے استعمال
- ۳۱ • اور مردوں کے ساتھ اختلاط سے اجتناب کا حکم ہے
- ۳۵ • پہلی شرط پردہ
- دوسری شرط خوشبو کے استعمال سے اجتناب
- ۳۶ • تیسری شرط ترک زینت
- ۴۰ • چوتھی شرط مردوں سے اختلاط
- ۴۱ • وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو
- ۴۹ • اپنے گھروں میں نماز ادا کرنا افضل ہے
- ۵۹ • ضروری وضاحت
- وہ احادیث جن سے مساجد میں جانے کی
- ۶۱ • ممانعت ثابت ہوتی ہے
- ۶۷ • عیدین کے موقع پر عید گاہ جانے سے متعلق روایات

تفصیلات

| | | |
|---------------|---|------------------------------------|
| نام کتاب | : | خواتین اسلام کی بہترین مسجد |
| تالیف | : | حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی |
| کمپیوٹر کتابت | : | استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند |
| سن طباعت | : | مرکز المعارف براچی دیوبند |
| تعداد | : | محرم الحرام ۱۴۲۲ھ مطابق مئی ۲۰۰۱ء |
| ناشر | : | تین ہزار |
| | : | جمعیت علماء ہند |

بموقع

تحفظ سنت کانفرنس

۱۷/۸/۲۰۰۱ء صفر المظفر ۱۴۲۲ھ ۲/۳/۲۰۰۱ء

زیر اہتمام جمعیت علماء ہند

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى

صحافت کی آزادی کے اس دور میں اظہار خیال کے لیے مختلف موضوعات سامنے آتے رہتے ہیں، زیر بحث موضوع کے دونوں گوشوں پر گفتگو کرنے والے اپنے اپنے نقطہ نظر کی تائید کے لیے قرطاس و قلم کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ موضوع کی تنقیح اور ذہن کی بالیدگی کے لیے یہ طریقہ افادیت کا حامل ہے۔ لیکن فکر و نظر کی اس آزادی کا بے جا استعمال بھی دیکھنے میں آ رہا ہے، کچھ حضرات ذہنی انتشار پیدا کرنے کے لیے مذہبی موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں اور بحث میں حصہ لینے والے بسا اوقات پس منظر سے واقفیت کے بغیر شریک ہو جاتے ہیں۔

اسلامی احکام کو موضوع بحث بنانے میں یہ ذہنیت زیادہ کار فرما نظر آتی ہے۔ ماضی میں ایسے کئی موضوعات کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ جیسے تین طلاق کا مسئلہ، عورتوں کی آزادی کا مسئلہ، عورتوں کی سربراہی کے جواز و عدم جواز کا مسئلہ اور بھی ماضی قریب میں عورتوں کے مسجدوں میں حاضر ہو کر شریک نماز ہونے کا مسئلہ مجلات و رسائل میں زیر بحث رہ چکا ہے۔

عورتوں سے متعلق مسائل کی ان بحثوں کا پس منظر - والعلم عند اللہ - یہ معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین و مستشرقین نے اسلامی معاشرے کی پاکیزہ اقدار کو پامال کرنے کے لیے "صنف نازک" کو سب سے زیادہ موثر سمجھا ہے اور وہ اس صنف سے متعلق کسی بھی مسئلہ کو اسلامی معاشرے میں فساد انگیزی کے لیے استعمال کرنے میں مہارت کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں اور مسلمانوں کی منفی

ذہنیت رکھنے والی جماعتیں اور ان کے اوپر اعتماد کرنے والے سادہ لوح عوام ان کی سازشوں کا شکار ہوتے رہے ہیں؛ لیکن شرار بولسہمی کے اس ٹکراؤ کی وجہ سے، چراغ مصطفوی کی لو کو تیز کرنے والے طائفہ منصورہ کے علماء کو حقیقت حال روشن کرنے کی توفیق ملتی رہی ہے۔

ماضی قریب میں "خواتین اسلام کی مسجد میں حاضری" کا موضوع زیر بحث رہا، تو ملک کے مختلف اہل علم نے حقیقت حال کی تنقیح، اور مقاصد شریعت کی وضاحت کے لیے قلم اٹھایا، مضامین تحریر کیے اور کچھ علماء نے رسائل مرتب کر دیے۔ دارالعلوم دیوبند کے صف علیا کے کامیاب مدرس اور ماہنامہ دارالعلوم کے مدیر حضرت مولانا حبیب الرحمن قاسمی زید مجدہم نے تقاضائے حال کے مطابق محدثانہ انداز پر اس موضوع کی تنقیح کی ہے۔

سب سے پہلے ان احادیث اور روایت کو جمع فرمایا ہے جن سے عورتوں کی مسجد میں حاضری کے لیے اباحت مروجہ نکلتی ہے، پھر ان احادیث کو نقل کیا ہے، جن میں عورتوں کی مسجد میں حاضری کے لیے شرائط مقرر کی گئی ہیں، پھر وہ روایات ذکر کی ہیں، جن سے شرائط کے باوجود مسجد میں نہ جانا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ان روایت کی قابل قبول اور آسان تشریح اور ان کے ذیل میں دی گئی مختصر و ضاحتوں سے یہ بات مکمل طور پر ثابت ہوئی ہے کہ اس دور میں عورتوں کو مسجد میں حاضری کی اجازت دینا شریعت کے منشا کے خلاف ہے۔

دعا ہے کہ پروردگار عالم سب مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر قائم و دائم رکھے اور مولف محترم کی سعی مشکور کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول سے نوازے۔ (آمین)

والحمد لله اولاً و آخراً

ریاست علی غفرلہ

خادم مدرس دارالعلوم دیوبند

۱۹ شوال ۱۴۱۸ھ

تمہید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلاماً على عباده الذين اصطفى . اما بعد :
یہ انسانی دنیا جب سے وجود میں آئی ہے اس میں کوئی خطہ، کوئی قوم اور کوئی مذہب ایسا نہیں ملتا جس میں فواحش و بدکاری، زنا اور حرام کاری کو تحسن اور اچھایا مباح و جائز کام سمجھا گیا ہو بلکہ ساری دنیا اور اس کے مذاہب ان جرائم کی مذمت اور برائی میں متفق و ہم رائے رہے ہیں کیونکہ یہ مذموم جرائم نہ صرف یہ کہ فطرت انسانی کے خلاف ہیں بلکہ اس وجہ فساد افزا اور ہلاکت خیز ہیں جن کے تباہ کن اثرات صرف اشخاص و افراد ہی کو نہیں بلکہ بسا اوقات سارے خاندان اور پورے شہر و قصبہ کو برباد کر دیتے ہیں۔ اس وقت فتنہ و فساد اور قتل و غارتگری کے جتنے واقعات سامنے آرہے ہیں ان کی صحیح تحقیق کی جائے تو اکثر واقعات کے پس منظر میں شہوانی جذبات اور ناجائز جنسی تعلقات کا عمل دخل ملے گا۔ البتہ بہت سی قوموں اور اکثر مذاہب میں زنا اور فواحش کی ممانعت کے باوجود اس کے مقدمات اور اسباب و ذرائع کو معیوب و ممنوع نہیں سمجھا جاتا اور نہ ان پر خاص قدغن اور بندش لگائی جاتی ہے۔

مذہب اسلام چونکہ ایک کامل و مکمل نظام حیات اور فطرت کے مطابق قانون الہی ہے اس لئے اسلام میں جرائم و معاصی کی حرمت کے ساتھ جرائم و معاصی کے ان اسباب و ذرائع کو بھی حرام و ممنوع قرار دیدیا گیا جو بالعموم بطور عادت جاریہ کے ان جرائم تک پہنچانے والے ہیں۔ مثلاً شراب پینے کو حرام کیا گیا تو شراب کے بنانے، بیچنے، خریدنے اور کسی کو دینے کو بھی حرام

کر دیا گیا۔ سود کو حرام کیا تو سود سے ملتے جلتے سارے معاملات کو بھی ناجائز اور ممنوع کر دیا گیا۔ شرک و بت پرستی کو جرم عظیم اور ناقابل معافی جرم ٹھہرایا گیا تو اس کے اسباب و ذرائع _____ مجسمہ سازی و بت تراشی اور صورت گری کو بھی حرام اور ان کے استعمال کو ناجائز کر دیا گیا۔

اسی طرح جب شریعت اسلامی میں زنا کو حرام کر دیا گیا تو اس کے تمام قریبی اسباب و ذرائع اور مقدمات پر بھی سخت پابندی لگادی گئی چنانچہ اجنبی عورت پر شہوت سے نظر ڈالنے کو آنکھوں کا زنا، اس کی باتوں کے سننے کو کانوں کا زنا، اس کے چھونے کو ہاتھوں کا زنا، اس کے پاس جانے کو پیروں کا زنا ٹھہرایا گیا۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے۔

العینان زنا هما النظر، والاذنان زنا هما الاستماع، واللسان زناه الكلام، و اليد زناها البطش، والرجل زناها الخطی

”الحدیث“ (مکلوۃ، ص: ۲۰ باب الایمان بالقدر)
آنکھوں کا زنا (اجنبی عورت کی جانب شہوت سے) دیکھنا ہے، کانوں کا زنا، شہوت سے اجنبی عورت کی باتوں کی طرف کان لگانا ہے، زبان کا زنا اس سے گفتگو کرنا ہے، ہاتھ کا زنا اس کو چھونا و پکڑنا ہے، پیروں کا زنا اس کی طرف (غلط ارادہ سے) جانا ہے۔

برے ارادے سے کسی اجنبی عورت کی جانب دیکھنا اس کی باتوں کی جانب متوجہ ہونا، اس سے بات چیت کرنا اس کو چھونا و پکڑنا اس کے پاس جانا یہ سارے کام حقیقتاً زنا نہیں بلکہ زنا کے اسباب و مقدمات میں سے ہیں مگر انہیں بھی حدیث میں زنا سے تعبیر کیا گیا ہے تاکہ امت سمجھ جائے کہ زنا کی طرح اس کے مقدمات و اسباب بھی شریعت میں حرام و ممنوع ہیں۔ انہیں شہوانی جرائم سے بچانے کے لئے عورتوں کے واسطے پردہ کے احکام نازل

و نافذ کئے گئے۔

اس موقع پر یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ شریعت اسلامی کا مزاج تنگی و دشواری کے بجائے سہولت و آسانی کی جانب مائل ہے اس سلسلے میں کتاب الہی کا واضح اعلان ہے ”مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ“ دین میں تمہارے اوپر کوئی تنگی نہیں ڈالی گئی ہے اس لئے اسباب و ذرائع کے بارے میں فطرت سے ہم آہنگ یہ حکمت آمیز فیصلہ کیا گیا کہ جو امور کی معصیت کا ایسا سبب قریب ہوں کہ عام عادت کے اعتبار سے ان کا کرنے والا اس معصیت میں ضرور مبتلا ہو جاتا ہے، ایسے قریبی اسباب کو شریعت اسلام نے اصل معصیت کے حکم میں مدد نہ کر انہیں بھی ممنوع و حرام کر دیا۔ اور جن اسباب کا تعلق معصیت اور گناہ سے دور کا ہے کہ ان کے اختیار کرنے اور عمل میں لانے سے گناہ میں مبتلا ہونا عادتاً لازم و ضروری تو نہیں مگر ان کا کچھ نہ کچھ دخل گناہ میں ضرور ہے ایسے اسباب و ذرائع کو مکروہ قرار دیا اور جو اسباب ایسے ہیں کہ معصیت میں ان کا دخل شاذ و نادر کے درجہ میں ہے ان کو مباحات میں داخل کر دیا۔

اس سلسلے کی یہ بات بھی ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ شریعت اسلام نے جن کاموں کو گناہ کا سبب قریب قرار دیکر حرام کر دیا ہے وہ تمام مسلمانوں کے لئے حرام ہیں خواہ وہ کام کسی کے لئے گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب بنیں یا نہ بنیں اب وہ خود ایک حکم شرعی ہے جس پر عمل سب کے لئے لازم اور اس کی مخالفت حرام ہے۔

اس کے بعد سمجھئے کہ عورتوں کا پردہ بھی شرعاً اسی سد ذرائع کے اصول پر مبنی ہے کہ ترک پردہ گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب ہے۔ اس میں کسی جوان مرد کے سامنے جوان عورت کا بدن کھولنا گناہ میں مبتلا ہونے کا قریبی سبب ہے کہ عادتاً آدمی ایسی صورت حال میں بالعموم گناہ میں لازمی طور پر مبتلا

ہو جاتا ہے اس لئے یہ صورت شریعت کی نظر میں زنا کی طرح حرام ہے کیونکہ شریعت میں اس عمل کو فاحشہ کا حکم دیا گیا ہے لہذا یہ سب کے حق میں حرام ہوگا۔ البتہ مواقع ضرورت علاج وغیرہ کا سستی ہونا ایک الگ حکم شرعی ہے اس استثنائی حکم سے اصل حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ پھر یہ مسئلہ اور حکم اوقات و حالات سے بھی متاثر نہیں ہوتا اسلام کے عہد زریں اور خیر و صلاح میں بھی اس کا حکم وہی تھا جو آج کے دور ظلمت اور شر و فساد کے زمانہ میں ہے۔

دوسرا درجہ ترک پردہ کا یہ ہے کہ گھر کی چار دیواری سے باہر برقع یا دراز چادر سے پورا بدن چھپا کر نکلے۔ یہ فتنہ کا سبب بعید ہے۔ اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسا کرنا فتنہ کا سبب ہو تو ناجائز ہے اور جہاں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو وہاں جائز ہوگا۔ اسی لئے اس صورت کا حکم زمانے اور حالات کے بدلنے سے بدل سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد خیر مہد میں اس طرح سے عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا فتنہ کا سبب نہیں تھا اس لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عورتوں کو برقع وغیرہ میں سارا بدن چھپا کر چند شرائط کے ساتھ مسجدوں میں آنے کی اجازت دی تھی اور ان کو مسجدوں میں آنے سے روکنے کو منع فرمایا تھا اگرچہ اس وقت بھی عورتوں کو ترغیب اسی کی دی جاتی تھی کہ وہ گھروں میں ہی نماز لو اکریں کیونکہ ان کے لئے مسجد کے مقابلہ میں گھر کے اندر نماز پڑھنا زیادہ باعث ثواب اور افضل ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں ”لم یختلفوا ان صلاة المرأة فی بیتھا افضل من صلاحھا فی المسجد“ (التمہید، ج: ۱۱، ص: ۱۹۶) اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ عورت کی گھر میں نماز مسجد میں نماز سے افضل و بہتر ہے۔

آپ کی وفات کے بعد وہ حالات باقی نہیں رہے۔ بلکہ طبیعتوں میں تغیر اور قلبی اطمینان میں فتور پیدا ہو گیا چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

کا بیان ہے ”ما نفضنا ایدینا عن قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انکرنا قلوبنا“ (المہمد للحافظ ابن عبدالبر، ج: ۳، ص: ۳۹۳ مطبوعہ ۱۴۱۰ھ رواہ الترمذی فی الشمائل، ص: ۲۷، عن انس رضی اللہ عنہ) ہم نے ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے ہاتھوں سے مٹی بھی نہیں جھاڑی تھی کہ اپنے دلوں کی بدلتی ہوئی کیفیت کو محسوس کیا علاوہ ازیں جن شرائط کے ساتھ مسجد میں حاضری کی اجازت دی گئی تھی ان کی پابندی میں دن بدن کوتاہی بڑھتی رہی اسی تغیر حالات کی جانب مزاج شناس نبوت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرماتے ہوئے امت کو متنبہ فرمایا ہے کہ آج کے حالات اگر رسول اللہ ﷺ دیکھتے تو عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے اس لئے عام صحابہ کرام نے یہی فیصلہ کیا کہ حالات کی اس تبدیلی کی بناء پر اب عورتوں کا مسجد میں آنا فتنہ سے خالی نہیں رہا اس لئے ان حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا۔

موضوع زیر بحث سے متعلق اس ضروری تمہید کے بعد احادیث و آثار ملاحظہ کیجئے جن پر اس مسئلہ کا مدار ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و اقوال پیش نظر رہیں تو مسئلہ کی اصل حقیقت تک پہنچنے میں انشاء اللہ کوئی دشواری نہیں ہوگی اور صحیح حکم متعین ہو کر سامنے آجائے گا۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ جمہور فقہاء و محدثین اس پر متفق ہیں کہ خواتین اسلام پر مسجد میں حاضر ہو کر جماعت میں شرکت از روئے شریعت واجب اور ضروری نہیں اور نہ انہیں اس کی تاکید کی گئی ہے۔ ان تمام احادیث سے جن میں عورتوں کو اپنے گھروں میں نماز ادا

کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے یہی حکم شرعی ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرات فقہاء و محدثین بغیر کسی اختلاف کے اس بات کے قائل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور حیات میں خواتین اسلام جمعہ و جماعت میں حاضر ہوا کرتی تھیں اور انہیں بارگاہ رسالت سے چند شرطوں کے ساتھ اجازت حاصل تھی۔ مسئلہ زیر بحث کا یہ پہلو بھی اس وقت ہمارے غور و فکر کا اصل محور نہیں ہے، بلکہ بحث و نظر کا بنیادی موضوع یہ ہے کہ اس دور فتنہ و فساد میں جبکہ جنسی اتار کی اور شہوانی بے راہ روی کی قدم قدم پر نہ صرف افزائش بلکہ ہمت افزائی ہو رہی ہے۔ دین و مذہب اور حیا و مروت کے سارے بندھن ٹوٹ گئے ہیں کوچہ و بازار کا کماؤ کر شرور و فتن کی خود سر مو جیں گھروں کی چہار دیواری سے نکلنے لگی ہیں، کیا ایسے فساد انگیز حالات میں بھی خواتین اسلام اور عفت مآب ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں کو گھروں کی چہار دیواری سے باہر نکل کر جمعہ و جماعت میں مردوں کے دوش بدوش شریک ہونے کی اجازت مقاصد شریعت سے ہم آہنگ اور اصول سد ذرائع کے مطابق ہے۔

فقہائے اسلام بیک زبان یہ کہتے ہیں کہ ایسے فساد آمیز حالات میں عورتوں کے لئے گھر سے باہر آکر مسجدوں میں حاضر ہونا مقاصد شریعت اور اصول سد ذرائع کے خلاف ہے اس لئے ان حالات میں شرعاً اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ جبکہ بعض لوگ گرد و پیش سے آنکھیں بند کر کے اس بات پر اصرار کر رہے ہیں کہ خیر القرون اور عہد رسالت علی صاحبہا السلوة والسلام کی طرح آج بھی عورتوں کو مسجدوں میں آکر جمعہ و جماعت میں شریک ہونا جائز اور اسلامی تقاضے کے مطابق ہے۔ اب احادیث و آثار کی روشنی میں یہ دیکھنا ہے کہ کس فریق کا نقطہ نظر اسلامی اصول و ضوابط کے تحت درست اور صحیح ہے۔

وہ احادیث جن سے بظاہر کسی قید و شرط کے بغیر

مساجد میں حاضری کا جواز سمجھ میں آتا ہے

۱- عن سالم بن عبد الله عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: اذا استاذنت امرأة احدکم فلا یمنعها.

(صحیح بخاری، ج: ۲، ص: ۷۸۸ و صحیح مسلم، ج: ۱، ص: ۱۸۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، تمہاری بیوی جب (مسجد آنے کی) اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو۔

۲- عن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا تمنعوا اماء الله مساجد الله

(صحیح مسلم، ج: ۱، ص: ۱۸۳) و سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۱۸۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بندویوں کو مساجد میں آنے سے نہ روکو۔

۳- عن ابن عمر یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: اذا استاذنکم نساء کم الی المساجد فاذنوا لهن.

(صحیح مسلم، ج: ۱، ص: ۱۸۳)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم سے تمہاری عورتیں مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دیدو۔

۴- وعن عمر بن خطاب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تمنعوا اماء الله مساجد الله.

(رواہ ابو یعلیٰ و رجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۳)

عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کی بندویوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔

تشریح: ان احادیث میں عورتوں کو مساجد جانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے اور خود جانا چاہیں تو انہیں آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے بلکہ ان میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کا مساجد میں نماز کے لئے جانا بھی مرد کی اذن و اجازت ہی سے ہونا چاہیے، اب مرد کو اختیار ہے کہ وہ جیسی مصلحت سمجھے اجازت دے یا نہ دے۔ کیوں کہ اگر وہ اجازت دینے پر مجبور ہوتا تو "استیدان" اجازت مانگنے کی قید عہت اور بے فائدہ تھی، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس اور بابرکت دور میں عورتوں کے قیم اور ان کے امور کے کارپرداز (شوہروں) کو یہ صلاح اور ہدایت دیتے رہے ہیں کہ ہر وقت نہیں صرف شب میں (جیسا کہ آگے آنے والی حدیثوں سے معلوم ہو جائے گا) جو نسبتاً ستر اور پوشیدگی کا وقت ہوتا ہے اگر عورتیں مساجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو خواہ مخواہ اوہام اور وساوس کی بناء پر انہیں مساجد آنے سے روکنے کی ضرورت نہیں۔ مشہور شارح حدیث امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

هذا وشبهه من احادیث الباب ظاهر فی انها لا تمنع المسجد، لكن بشروط ذکرها العلماء ماخوذة من الاحادیث وهو ان لا تكون متطیبة، ولا متزینة، ولا ذات خلاخل یسمع صوتها، ولا لباب فاخرة، ولا مختلطة بالرجال ولا شابة، ونحوها ممن یفتتن بها، وان لا یکون فی الطريق ما یخاف به مفسدة ونحوها، وهذا النهی عن منعهن من الخروج محمول علی کراهية التزیهه. (صحیح مسلم مع شرح النووی، ج: ۱، ص: ۱۸۳)

یہ حدیث اور اس باب سے متعلق اسی معنی کی دوسری حدیثوں کا ظاہری

مفاد یہی ہے کہ عورتوں کو مطلقاً مسجد میں آنے سے روکا نہ جائے۔ لیکن علمائے دین نے اس خروج کے لئے کچھ شرطیں بیان کی ہیں جو احادیث سے اخذ کی گئی ہیں وہ شرطیں یہ ہیں کہ (گھر سے نکلنے کے وقت) خوشبو لگائے ہوئے نہ ہو، بنی سنوری نہ ہو، بچتے ہوئے پازیب پہنے ہوئے نہ ہو، دلکش و جاذب نظر کڑے زیب تن نہ ہوں، (راستے و مسجد میں) مردوں کے ساتھ اختلاط کتھی اور ملی نہ ہو۔ جو ان نہ ہو، اور نہ ایسی ہو کہ جو انوں کی طرح اس سے فتنہ کا اندیشہ ہو، اور (مسجد آنے کا راستہ بھی) فتنہ و فساد وغیرہ سے مامون ہو اور عورتوں کو مسجد آنے سے روکنے کے متعلق حدیث میں وارد نہیں کر اہیت تزیہی پر محمول کی گئی ہے یعنی ان تمام مذکورہ شرطوں کی پابندی کرتے ہوئے اگر کوئی عورت مسجد آئے تو اس صورت میں اسے روکنا شرعاً مکروہ تزیہی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان شرائط کے ساتھ عورتوں کی مسجد میں حاضری صرف جائز و مباح ہے سنت یا واجب نہیں ورنہ انہیں مساجد آنے سے روکنا مکروہ تزیہی کے بجائے مکروہ تحریمی یا حرام ہوتا۔ اور نہ اس حاضری کے لئے انہیں اپنے شوہروں اور سرپرستوں سے اجازت لینے پڑتی چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

”وفيه اشارة الى ان الاذن المذكور لغير الوجوب لانه لو كان واجبا لا تنفي معنى الاستيذان، لان ذلك انما يتحقق اذا كان المستاذن مخيرا الى الاجابة او الرد“

فتح الباری، ج: ۲، ص: ۲۲۲، باب خروج النساء الى المساجد بالليل والغلس (۱) اور حدیث میں مذکور اجازت دینے کا حکم اس بات کو بتا رہا ہے کہ اجازت امر غیر واجب کے لئے ہے اس لئے کہ مسجدوں کی حاضری اگر عورتوں پر واجب ہوتی تو اجازت لینے کا سوال ہی نہیں کیوں کہ اجازت ایسے موقع پر لی

جاتی ہے جہاں مستاذن (جس سے اجازت لی جائے) کو اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار ہو (اور کسی امر واجب سے روکنے کا کسی کو شرعاً اختیار نہیں) حافظ ابن حجر عسقلانی مذکورہ بالا حدیث صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں:

”قال ابن دقيق العيد هذا الحديث عام في النساء الا ان الفقهاء خصوه بشروط منها ان لا تطيب وهو في بعض الروايات - ”وليخرجن تفلات“ وقال يلحق با لطيب مافي معناه لان سبب المنع منه مافيه من تحريك داعية الشهوة كحسن الملابس، والحلى الذي يظهر، والزينة الفاخرة، وكذا الاختلاط بالرجال — وقد ورد في بعض طرق هذا الحديث وغيره ما يدل ان صلوة المرأة في بيتها افضل من صلوتها في المسجد وذلك في رواية حبيب بن ابي ثابت عن ابن عمر بلفظ ”لا تمنعوا نساءكم المساجد وبيوتهن خير لهن“ اخرجہ ابو داؤد وصححه ابن خزيمة ووجه كون صلوتها في الاخفاء افضل تحقيق الامن من الفتنة ويتأكد ذلك بعد وجود ما احث النساء من التبرج والزينة ومن ثم قالت عائشة ما قالت“

(فتح الباری، ج: ۲، ص: ۲۲۲)

حافظ ابو الفتح ابن دقیق العید فرماتے ہیں یہ حدیث تمام عورتوں کے حق میں (بظاہر) عام ہے مگر فقہاء اسلام نے اس عموم کو شرطوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ (مسجد میں حاضر ہونے والی عورت) خوشبو سے معطر نہ ہو، یہ شرط بعض احادیث میں ”ولیحرجن تفلات“ (یعنی گھروں سے بغیر خوشبو کے استعمالی کپڑوں کی بو کے ساتھ نکلیں) کے الفاظ کیساتھ مصرح ہے۔ اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہو گا جس کے اندر خوشبو کی

طرح تحریک شہوت کی صفت پائی جائے کیونکہ (گھر سے نکلنے کے وقت) خوشبو استعمال کرنے کی ممانعت کا سبب یہی ہے کہ اس سے جذبہ شہوت میں تحریک اور بیداری پیدا ہو جاتی ہے۔ (لہذا ہر وہ حالت جو اس جذبہ کی تحریک کا سبب بنے وہ بھی استعمال خوشبو کی طرح ممنوع ہوگی) جیسے خوبصورت کپڑے، نملیاں زیورات، قابل ذکر آرائش، اور اسی طرح مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونا۔ پھر اس حدیث کی بعض سندوں میں اور اس کے علاوہ دیگر احادیث میں وہ الفاظ آتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا اپنے گھر میں نماز ادا کرنا مسجد میں ادا کرنے سے افضل و بہتر ہے جیسے حبیب بن ابی ثابت عن ابن عمر کی روایت میں ہے ”لا تمنعوا نساءکم المساجد و بیوتہن خیر لہن“ (اپنی عورتوں کو مساجد آنے سے نہ روکو اور ان کے گھر ادائے نماز کے واسطے ان عورتوں کے حق میں بہتر ہیں) اس حدیث کو امام ابو داؤد نے نقل کیا ہے اور امام الامام ابن خزیمہ نے اس کو صحیح بتلایا ہے۔ زیادہ سے زیادہ پوشیدگی اور پردے کی حالت میں عورتوں کی نماز افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس حالت میں فتنہ سے پوری طرح امن و حفاظت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور عورتوں میں (بلا لحاظ حکم شریعت) آرائش جمال اور مردوں کے سامنے جلوہ آرائی کی رسم بد پیدا ہو جانے کے بعد ان کے لئے مساجد کی حاضری کے بجائے گھروں میں نماز ادا کرنے کا حکم مزید مؤکد ہو جاتا ہے (اس لئے ان حالات میں ان کی حاضری سے متعلق حکم سابق باقی نہیں رہ سکتا) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ارشاد ”لو ادوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما حدث النساء لمنعنہن المسجدا“ الخ۔ (اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے عہد مبارک میں عورتوں کی اس رسم بد کا ظہور ہو گیا ہوتا تو آپ انہیں مسجدوں میں آنے سے

روک دیتے) میں اسی تبدیلی حالات سے تبدیلی حکم کی بات کہی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس اثر سے متعلق تفصیلات آئندہ صفحات میں آ رہی ہیں۔ وہیں اس اثر کے بارے میں تفصیلات ملاحظہ کی جائیں۔ شارحین حدیث کی ان تشریحات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں چند شرطوں کی پابندی کے ساتھ مسجد میں آکر نماز پڑھنے کی اجازت تھی اور اس وقت بھی ان کے لئے اپنے گھر میں نماز ادا کرنا ہی افضل و بہتر تھا۔ مشہور غیر مقلد عالم و محدث مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی امام نووی شارح مسلم اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی مذکورہ بالا عبارات شرح ترمذی میں نقل کی ہے اور صراحت کے ساتھ یہ بات لکھی ہے کہ عورت کی نماز اپنے گھر میں اس کی مسجد کی نماز سے افضل ہے۔

(دیکھئے تحفۃ الاحوذی ج: ۳، ص: ۳۳ مطبوعہ المکتبۃ النجفیہ مصطفیٰ احمد الباز ۱۴۱۵ھ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک (جسے زبان رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ”خیر القرون قرنی“ کا شرف لازوال حاصل ہے، اپنے اندر جس قدر خیر و صلاح کو سمیٹے ہوئے تھا آج کے اس پرفتن دور میں اس کا صحیح اندازہ بھی بس سے باہر ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت سے ایک ایسا صالح معاشرہ وجود میں آیا تھا جسے خود خدائے عظیم و خیر نے خیر امت کا انتہائی عظیم و قابل فخر خطاب مرحمت فرمایا ہے اس معاشرہ کے ایک ایک فرد کے دل ایمان و یقین سے مزین تھے کفر و معصیت سے انہیں طبعی نفرت ہو گئی تھی جس کی شہادت قرآن میں ان الفاظ میں دی ہے حبیب الیکم الایمان و زین فی قلوبکم و کرہ الیکم الکفر و الفسوق و العصیان۔ ان کی تمام تر توجہات اور جہد و عمل کامرکز و محور بس

فضل ربانی کی طلب اور رضاء الہی کی جستجو تھی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ان کے شب و روز کا مشغلہ تھا۔ ایک ایسے صالح ترین اور مثالی معاشرے میں عورتوں کو اجازت دی گئی تھی کہ اگر وہ مسجد میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں باجماعت نماز ادا کرنے کا دینی شوق رکھتی ہیں تو شرائط کی پابندی کے ساتھ اپنی اس ایمانی خواہش کو پورا کر سکتی ہیں اور انہیں اس رخصت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان کے شوہروں وغیرہ کو ہدایت دی گئی کہ وہ انہیں مسجدوں میں حاضر ہونے سے نہ روکیں۔ پھر ان کی اس حاضری میں یہ عظیم فائدہ بھی مضمر تھا کہ انہیں براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے استفادہ کی سعادت بے نہایت کاموقع بھی مل جاتا تھا۔

مسند ہند شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے اس سلسلہ میں بڑی دلنشین بات کہی ہے وہ لکھتے ہیں۔

ولا اختلاف بین قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: "اذا استاذنت امرأة احدکم الی المساجد فلا یمنعها" و بین ما حکم جمہور الصحابة من منعہن اذالہی الغیرة التي تنبعث من الانفة دون خوف الفتنۃ، والجانز مافیہ خوف الفتنۃ، و ذالک قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الغیرة غیر تان الحدیث" (یعنی احدہما ما یحب اللہ وثانیہما ما ینقض اللہ فالاولی الغیرة فی الریبة ای موضع التهمة والثانیة الغیرة فی غیر ریبة)

(الحدیث البانیہ مترجم، ج: ۳، ص: ۶۰ مطبوعہ مکتبہ تقانوی دیوبند ۱۹۸۶ء)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں کہ جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے نہ روکو، اور جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو عورتوں کو اس سے روکا، تو اس میں کوئی اختلاف نہیں

ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس روکنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ وہ رکاوٹ ہے جو اس غیرت کی وجہ سے ہو جس کا سرچشمہ کبر و نخوت ہے نہ کہ فتنہ و ابتلائے معصیت کا اندیشہ (اور صحابہ کرام نے اپنے زمانہ میں جو عورتوں کو مسجد سے روکا) تو وہ اس جائز غیرت کی وجہ سے جو خوف فتنہ کی بناء پر تھی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فرمان ہے کہ "الغیرة غیر تان" تا آخر حدیث۔ یعنی غیرت کی دکھ ہے ان میں کی ایک اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور دوسری اللہ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہے پسندیدہ وہ غیرت ہے جو موقع تہمت اور خوف فتنہ و معصیت کی وجہ سے ہو اور ناپسندیدہ وہ غیرت ہے جو کبر و نخوت کی بناء پر ہو۔

مطلب یہ ہے کہ عہد رسالت جو خیر و صلاح سے معمور اور فتنہ و فساد سے مامون تھا اس نور افشاں ہدایت افزا اور پاکیزہ ماحول میں مردوں کا عورتوں کو مساجد میں آنے سے روکنا کسی جذبہ خیر کی بناء پر نہ ہوتا بلکہ اپنی شیخی و بے جا احساس برتری جتانے کے لئے ہوتا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کی اصلاح باطن کے پیش نظر منع فرمادیا کہ وہ اللہ کی بندیوں کو مسجدوں میں آنے سے نہ روکیں۔

پھر اس مسئلہ میں یہ نفسیاتی پہلو بھی مد نظر رہنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے حضرات صحابہ و صحابیات رضوان علیہم اجمعین کے اندر طلب فضل و خیر کا طبعی داعیہ پیدا ہو گیا تھا جس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ اس مقدس جماعت کا ہر ہر فرد رضاء الہی اور حصول حسنات کے لئے بے چین رہتا تھا بالخصوص خصوصی مواقع خیر مثلاً جمعہ جماعت اور جہاد وغیرہ میں پیچھے رہ جانا ان کے لئے سوہان روح سے کم نہ تھا۔ تحصیل فضل و کرامت کے اسی جذبہ فراواں کے تحت عورتوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں اپنی

عدم شرکت کا شکوہ بھی کیا اور اس کی مکافات چاہی۔

چنانچہ خادم رسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قال (انس) جنن النساء الى رسول الله عليه وسلم فقلن يا رسول الله ذهب الرجال بالفضل والجهاد في سبيل الله فمالنا عمل ندرک به عمل المجاهدين في سبيل الله فقال رسول الله عليه وسلم من قعدت - او كلمة نحوها - منكن في بيتها ندرک عمل المجاهدين. (ذکرہ الحافظ ابن کثیر فی جامع المسانيد وقال رواه ابو يعلى عن نصر بن على ومحمد بن الحسن وغيرهما عن ابى رجاء عن (روح بن المسيب) به "جامع المسانيد، ج: ۲۱، ص: ۲۴۰ و ذکرہ ايضا الحافظ الهيثمي وقال رواه ابو يعلى والبخاري وفيه روح بن المسيب (ابو رجاء) وثقه ابن معين والبخاري وضعفه ابن حبان وابن عدی " مجمع الزوائد، ج: ۴، ص: ۳۰۴) فهو حديث حسن على اصول المحدثين.

اب اگر ایسے جذباتی مسئلہ میں شوہروں اور دیگر سرپرستوں کی جانب سے عورتوں پر بندش عائد کی جاتی تو قوی اندیشہ تھا کہ عورتیں اس بندش کو برداشت نہ کر سکیں جس کے نتیجے میں معاشرتی نظام اور گھریلو زندگی میں انتشار ہو سکتا تھا۔ اس لئے حکمت نبوت نے اس مسئلہ کو اس طرح حل کیا کہ مردوں کو روک دیا کہ وہ براہ راست عورتوں کو جمعہ وجماعت میں شرکت سے منع نہ کریں اور خود عورتوں کو پابند کیا کہ اگر وہ اپنے اس جذبہ خیر کی تکمیل چاہتی ہیں تو فلاں فلاں شرائط کی پابندی کریں اور اسی کے ساتھ انہیں ترغیب بھی دیتے رہے کہ مساجد کے مقابلہ میں ان کے لئے گھروں میں نماز لو کرنا بہتر اور افضل ہے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ نے شرح مسلم میں اس نفسیاتی مسئلہ

اور نبوی حکمت عملی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ويمكن ان يقال ان الزوج لا يمنع زوجته من تلقاء نفسه اذا استاذنته ان لم يكن في خروجها ما يدعوا الى الفتنة من طيب او حلى او زينة وغيرها نعم يمنعها العلماء المفتون والامراء القائلون بدفع الفتنة وتغيير المنكرات لشيوع الفتن وعموم البلوى والزوج ايضا يخبرها بمنع العلماء واولى الامر والله اعلم.

(فتح المليم، ج: ۲، ص: ۶۹)

اور یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جب عورتیں شرائط کی پابندی کرتے ہوئے مسجد جانے کی اجازت طلب کریں تو ان کے شوہر براہ راست خود انہیں نہ روکیں ہاں اہل فتویٰ علماء اور معاشرہ کو فتنہ و منکرات سے محفوظ رکھنے کے ذمہ دار امراء و حکام فتویٰ کے پھیل جانے اور اس میں عمومی ابتلاء کے پیش نظر عورتوں کو مساجد میں آنے اور جمعہ وجماعت میں شریک ہونے سے روک دیں اور ان کے شوہر بھی علماء و حکام کی اس پابندی کی انہیں خبر کر سکتے ہیں۔

۵- عن سالم بن عبد الله بن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تمنعوا نساءكم المساجد اذا استاذنكم اليها قال فقال بلال بن عبد الله والله لئمنعنهن فا قبل عليه عبد الله فسبه سباً ما سمعته سبه مثله فظ وقال اخبرك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقول والله لئمنعنهن.

(مسلم، ج: ۱، ص: ۱۸۳)

سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو جب وہ تم سے اس کی اجازت طلب کریں۔

سالم نے بیان کیا (یہ سن کر) بلال بن عبد اللہ نے کہا کہ بخدا ہم تو انہیں روکیں گے۔ تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ ان کی جانب توجہ ہوئے اور انہیں اس قدر برا بھلا کہا کہ میں نے انہیں بلال کو اس طرح برا بھلا کہتے ہوئے کبھی نہیں سنا اور فرمایا کہ میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان (مبارک) بیان کر رہا ہوں اور تو (اس کے مقابلہ میں) کہتا ہے کہ ہم انہیں ضرور روکیں گے۔ تشریح: اس حدیث سے بھی بظاہر یہی ثابت ہو رہا ہے کہ عورتوں کو بغیر کسی قید و شرط کے مسجد جانے کی اجازت ہے لیکن یہ حدیث بھی مذکورہ بالا حدیثوں کی طرح مشروط ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ”ولا یخفی ان محل ذلك اذا امت المفسدة منهن وعليهن“ (فتح الباری، ج: ۲، ص: ۴۳۳) یہ بات مخفی نہیں ہے یہ اجازت اسی وقت ہوگی جب کہ عورتوں کی ذات سے کسی فساد کا اندیشہ نہ ہو اور اسی طرح خود عورتیں دوسروں کے مفسدہ سے مامون ہوں۔

اس روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سن کر ان کے بیٹے بلال نے کہا بخدا میں تو عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کروں گا، طبرانی کی روایت میں خود ان کی زبانی یہ الفاظ ذکر کئے گئے۔ فقلت اما اننا فساء منع اهلی فمن شاء فلیسرح اهله (فتح الباری، ج: ۲، ص: ۴۳۲) بلال کہتے ہیں میں نے کہا بہر حال میں تو اپنی بیوی کو منع کروں گا اور جس کا جی چاہے وہ اس پابندی سے اپنی بیوی کو آزاد کر دے۔

بلال نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ وہ دیکھ رہے تھے کہ اب عورتوں میں پہلے جیسی احتیاط نہیں رہی اور جن شرائط کے ساتھ انہیں مسجد آنے کی اجازت دی گئی تھی ان کی پابندی سے غفلت ولا پرواہی برتی جا رہی ہے۔ بلال نے معاذ اللہ فرمان نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے معارضہ و مقابلہ کے طور

پر یہ بات نہیں کہی تھی بلکہ دینی غیرت و حمیت کے تحت کہا تھا۔ مگر تعبیر میں ان سے چوک ہو گئی جس کی وجہ سے بظاہر معارضہ و مقابلہ کی صورت پیدا ہو گئی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسا فدائی سنتِ رسول اسے کیونکر برداشت کر سکتا تھا اس لئے بیٹے کی اس بات پر وہ انتہائی ناراض ہوئے اور سخت دست کہا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وكانه قال لمارائی من فساد بعض النساء فی ذالك الوقت حملته علی ذالك الغيرة، وانما انكر عليه ابن عمر لتصريحه بمخالفة الحديث، والافلو قال مثلا ان الزمان قد تغير وان بعضهن ربما ظهر منه قصد المسجد واضمار غيره لكان يظهران لا ينكر عليه“ (فتح الباری، ج: ۲، ص: ۴۳۳)

بلال بن عبد اللہ نے یہ بات عورتوں کے بگاڑ کے پیش نظر دینی غیرت کی بناء پر کہی تھی۔ اور عبد اللہ بن عمر نے ان کی اس بات پر انکار اور اظہار تارا صغی اس وجہ سے کیا کہ (انہوں نے بغیر وجہ بیان کیے) بر لوہ راست فرمان رسول کی مخالفت کی ورنہ اگر وہ یوں کہتے کہ اب حالات بدل گئے ہیں اور بعض عورتیں بظاہر مسجد جانے کے لئے ہی گھر سے نکلتی ہیں لیکن ان کا مقصد کچھ اور ہوتا ہے تو اس صورت میں ظاہر یہی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ناراض نہ ہوتے۔

حافظ ابن حجر کی اس توجیہ و تشریح کا مفاد یہی ہے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت تھی لیکن تغیر زمانہ اور حالات کی تبدیلی کے بعد یہ حکم بھی بدل گیا اور اب عورتوں کا مسجد میں نہ آنا ہی مقتضائے شریعت کے مطابق ہے۔

﴿۲﴾ وہ احادیث جن سے صرف شب کی تاریکی میں مسجد جانے کا جواز ثابت ہوتا ہے

۶- عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا استاذنکم نساء کم باللیل الی المسجد فأذنوا لهن،

(بخاری، ج: ۱، ص: ۱۱۹، و ۱۲۳، ج: ۲، ص: ۷۸۸)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تمہاری عورتیں تم سے رات میں مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دیدو۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذنوا النساء باللیل الی المساجد فقال ابن له یقال له واقد اذا یتخذ نہ دغلاً قال فضرب فی صدرہ وقال اجذک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتقول لا،

(مسلم، ج: ۱، ص: ۱۸۳)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ رات میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دو (یہ حدیث سن کر) ان کے بیٹے واقد نے کہا اس اجازت کو عورتیں فساد اور مکرو فریب کا ذریعہ بنا لیں گی (یعنی اس صورت میں انہیں اجازت نہیں دی جائے گی) راوی حدیث مجاہد نے کہا (بیٹے کا یہ جملہ سن کر) حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کے سینے پر تادیباً مارا اور فرمایا کہ میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تو (اس کے جواب) لا کہہ رہا ہے یعنی ہم تو انہیں اجازت نہیں دیں گے۔ حدیث نمبر پانچ میں اسی سے ملتا جلتا واقعہ حضرت عبداللہ کے دوسرے صاحبزادے بلال کا گزر چکا ہے اس جگہ

بھی واقعہ کے قول اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے رد عمل کی وہی توجیہ ہے جو بلال کے واقعہ میں بیان کی گئی ہے۔

تشریح: بخاری و مسلم کی ان دونوں روایتوں میں عورتوں کے لئے یہ اجازت رات کے وقت کے ساتھ مقید ہے بخاری کی حدیث نمبر ۶ کے تحت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری لکھتے ہیں:

قال الکرمانی فیہ الدلیل ان النهار یخالف اللیل لنصہ علی اللیل وحديث لم تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ محمول علی اللیل ایضاً، و فیہ ینبغی ان یاذن لها و لا یمنعها مما فیہ منفعتها وذلك اذالم یخف الفتنة علیها ولا بها وقد کان هو الا غلب فی ذالک الزمان انتھی.

(بخاری، ج: ۱، ص: ۱۱۹، حاشیہ: ۱۲)

اس حدیث میں لیل (رات) کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ دن کا حکم رات کے برخلاف ہے (یعنی دن کو یہ اجازت نہیں ہوگی) اور حدیث لم تمنعوا اماء اللہ الخ جس میں عورتوں کو مسجد جانے سے روکنے کو مطلقاً منع کیا گیا ہے اس میں بھی رات کی یہ قید ملحوظ ہوگی یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ عورتوں کو ان امور سے نہ روکا جائے جن میں ان کا نفع ہو بشرطیکہ ہر طرح سے فتنہ و فساد سے امن ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں امن و صلاح ہی کا غلبہ تھا۔

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اپنے الفاظ میں جینہ کی بات لکھی ہے البتہ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں: بخلاف زماننا هذا الفساد فیہ فاش والمفسدون کثیر وحديث عائشة رضی اللہ عنہا الذی یاتی یدل علی هذا.

(عمدة القاری، ج: ۶، ص: ۱۵۷، مطبوعہ: مکتبۃ الرشیدیہ پاکستان، ۱۳۰۲ھ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو صلاح و خیر اور امن

وامان کے غلبہ کا دور تھا رات کی تاریکی میں عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت تھی۔ برخلاف ہمارے زمانہ کے جب کہ فساد اور بگاڑ کا دور دورہ اور مفسدین کی کثرت ہے (یہ اجازت بھی نہیں رہی) جس پر حضرت عائشہؓ کی آگے آ رہی حدیث دلالت کر رہی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ”باب هل علی من لایشهد الجمعة غسل من النساء والصبيان وغيرهم“ میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ عورتوں پر جمعہ واجب نہیں کیوں کہ اس حدیث کی رو سے انہیں رات میں مسجد آنے کی اجازت ہے دن میں نہیں اور نماز جمعہ دن میں ادا کی جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ جمعہ ان پر فرض نہیں ورنہ انہیں دن میں آنے سے روکا نہ جاتا۔

(بخاری، ج: ۱، ص: ۱۲۳، حاشیہ: ۴)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

قال الاسماعيلي اور دالبخاری حدیث مجاہد عن ابن عمر بلفظ ”اتذونا للنساء بالليل الى المساجد“ او اراد بذلك ان الاذن انما وقع لهن بالليل فلا تدخل فيه الجمعة و رواية ابى اسامة التي اوردها بعد ذلك تدل على خلاف ذلك يعنى قوله فيهما ”لا تمنعوا اماء الله مساجد الله“ انتهى. والذي يظهر انه جنح الى ان هذا المطلق يحمل على ذلك المقيد والله اعلم فتح البدر، ج: ۲، ص: ۴۸۷، حافظ عسقلانی کی عبارت سے بھی صاف ظاہر طور پر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ بخاری کے نزدیک عورتوں کو یہ اجازت رات کے ساتھ مقید تھی۔

۸- عن ابن عمر قال كانت امرأة لعمر تشهد صلوة الصبح والعشاء في الجماعة في المسجد فقبل لها لم تخرجين وقد تعلمين ان عمر يكره ذلك ويغار، قالت فما يمنع ان ينهاني قال

يمنعه قول رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تمنعوا اماء الله مساجد الله،

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی فجر اور عشاء کے وقت مسجد جا کر جماعت میں شریک ہوتی تھیں، ان سے کہا گیا آپ (نماز کے لیے) مسجد کیوں جاتی ہیں حالانکہ آپ جانتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ناپسند کرتے ہیں اور آپ کے باہر نکلنے پر انہیں غیرت آتی ہے، انہوں نے جواب دیا (اگر میرا مسجد میں جانا انہیں ناپسند ہے) تو مجھے اس سے روک دینے پر انہیں کیا چیز مانع ہے ان سے گفتگو کرنے والے نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لا تمنعوا اماء اللہ (اللہ کی بندویوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو) اس سے مانع ہے۔

تشریح: امام بخاری نے اس حدیث کو مذکورہ باب کے تحت ذکر کر کے ثابت کیا ہے کہ زوجہ حضرت عمرؓ میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی اس قدر دلدادہ تھیں کہ حضرت عمرؓ کی ناپسندیدگی کے باوجود اسے چھوڑنے پر تیار نہیں تھیں بایں ہمہ وہ ظہر و عصر کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتی تھی جس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے حق میں یہ اجازت شب کی تاریکی کے ساتھ مقید تھی۔ ورنہ ان کے اس شوق فریادوں کا تقاضہ یہی تھا کہ وہ ظہر و عصر وغیرہ کی جماعت میں بھی شریک ہوں۔

مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تغیر احوال اور خوف فتنہ کی بناء پر شب میں بھی عورتوں کے مسجد میں آنے کو پسند نہیں کرتے تھے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے جب کہ زوجہ حضرت عمرؓ کا خیال یہ تھا کہ ابھی حالات اس درجہ نہیں بگڑے ہیں کہ مسجد جانے میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔ اس لئے وہ اپنی ذات اور لئے پر اعتماد کرتے ہوئے جماعت میں شریک ہوتی رہیں لیکن بعد میں

جب انہیں یہ احساس ہوا کہ اب مسجد جا کر نماز پڑھنے کا زمانہ نہیں رہا تو انہوں نے مسجد جانا ترک کر دیا۔ ائمہ حدیث و سیر نے ان کے حالات و واقعات کی جو تفصیلات ذکر کی ہیں ان سے صاف طور پر یہی حقیقت سامنے آتی ہے، اس سلسلے میں حافظ ابن عبد البر قرطبی متوفی ۴۶۵ھ نے اپنی مشہور محققانہ تالیف التمهید میں جو تفصیلات درج کی ہیں اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے وہ لکھتے ہیں۔

”حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ زوجہ جن کا ذکر اس روایت میں ہے وہ شہور صحابی سعید بن زید (یکے از عشرہ مبشرہ) رضی اللہ عنہ کی بہن عاتکہ زید بن عمرو بن نفیل ہیں“ یہ پہلے حضرت صدیق اکبر کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی زوجیت میں تھیں، حضرت عبد اللہ کی شہادت کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس پیغام نکاح بھیجا، عاتکہ نے تین شرطوں پر اپنی رضامندی ظاہر کی (۱) مجھے زکوٰۃ نہیں کریں گے (۲) حق بات سے منع نہیں کریں گے (۳) مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جا کر عشاء کی نماز ادا کرنے سے روکیں گے نہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان شرطوں کو منظور کر لیا اور عاتکہ ان کے حوالہ نکاح میں آگئیں اور حضرت فاروق کی شہادت تک انہیں کی زوجیت میں رہیں۔“

”اضافہ از مرتب“ اور اپنی اس شرط کے مطابق عشاء اور فجر کی نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرتی رہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خوف فتنہ کی بناء پر ان کا مسجد جانا گراں گذر تا تھا۔ مگر ایفائے شرط کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں مسجد جانے سے صراحتاً منع نہیں کیا البتہ اپنی اس گرانی کا تذکرہ ان سے کرتے رہتے تھے چنانچہ امام زہری (مرسلاً) بیان کرتے ہیں کہ:

ان عاتکہ بنت زید ابن عمرو بن نفیل و کانت تحت عمر بن الخطاب و کان في الصلاة في المسجد و كان عمر يقول لها

انك لتعلمين ما احب هذا فقالت والله لا انتهي حتى تنهاني قال اني لا اناهك، قالت فلقد طعن عمر يوم طعن وانها في المسجد .

مصنف عبد الرزاق، ج: ۳، ص: ۱۳۸)

حضرت عمر فاروق کی زوجہ عاتکہ بنت زید نماز باجماعت کے لئے مسجد جایا کرتی تھیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے کہتے بظلمتہمیں خوب معلوم ہے کہ مجھے تمہارا یہ جانا پسند نہیں ہے۔ وہ ان کے جواب میں کہتیں جب تک آپ صراحتاً منع نہیں کریں گے میں جاتی رہوں گی، (حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کی شرط اور اپنے وعدہ کے پاس و لحاظ میں) فرماتے میں تو تمہیں صاف منع نہیں کروں گا۔ حضرت عاتکہ بیان کرتی ہیں (میں حسب معمول فجر و عشاء مسجد نبوی میں ادا کرتی رہی تھی کہ) جس دن بحالت نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا میں مسجد میں تھی“ اتھی۔

حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں:

”حضرت فاروق اعظم کی شہادت کے بعد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس پیغام نکاح بھیجا حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے انہیں سابقہ تینوں شرطوں پر اظہار رضا کیا حضرت زبیر نے بھی یہ شرطیں منظور کر لیں اور نکاح ہو گیا۔ اور وہ حضرت زبیر کے گھر آگئیں، اور حسب معمول مسجد جا کر نماز باجماعت ادا کرنے کا ارادہ کیا تو یہ بات حضرت زبیر پر شاق گذری جس پر حضرت عاتکہ نے کہا، کیا ارادہ ہے (شرط کی خلاف ورزی کر کے) کیا مجھے مسجد جانے سے روکنا چاہتے ہیں۔ (حضرت زبیر خاموش ہو گئے اور وہ مسجد جاتی رہیں) پھر جب حضرت زبیر پر صبر و شوار ہو گیا (اور قوت برداشت جواب دینے لگی) تو ایفائے شرط کا لحاظ کرتے ہوئے صراحتاً تو انہیں مسجد جانے سے منع نہیں کیا البتہ ایک لطیف تدبیر کے ذریعہ حضرت عاتکہ کو اس بات کا

احساس دلادیا کہ اب زمانہ مسجد جا کر نماز ادا کرنے کا نہیں رہا چنانچہ ایک شب حضرت عائکہ کے گھر سے نکلنے سے پہلے حضرت زبیر جا کر راستہ میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے اور حضرت عائکہ جب وہاں سے گزریں تو پیچھے سے ان کے کمر کے نیچے ہاتھ مار کر وہاں سے کھسک گئے۔ خلاف توقع اچانک اس لا معلوم ہاتھ کی ضرب سے انہیں بڑی وحشت ہوئی اور تیزی کے ساتھ وہاں سے بھاگیں۔ اس واقعہ کی اگلی شب میں اذان کی آواز ان کے کانوں تک پہنچی مگر وہ خلاف معمول مسجد جانے کی تیاری کرنے کے بجائے بیٹھی رہیں تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا خیریت تو ہے؟ اذان ہو گئی اور تم بیٹھی ہو؟ حضرت عائکہ نے فرمایا ”فسد الناس“ لوگوں میں بگاڑ آ گیا ہے (اب زمانہ مسجد جا کر نماز ادا کرنے کا نہیں رہا) ”ولم تخرج بعد“ اور اس کے بعد پھر کبھی مسجد جانے کے لئے گھر سے نہیں نکلیں (دیکھئے السنہ ج: ۲۳، ص: ۴۰۲ تا ۴۰۷) حافظ ابن عبدالبر نے اپنی دوسری کتاب الاستیعاب میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں حضرت عائکہ کے ترجمہ میں پوری تفصیل کے ساتھ ان کے حالات تحریر کئے اور اسی ضمن میں اس مذکورہ واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت عائکہ نے اس تجربہ سے گزرنے کے بعد جو فیصلہ کیا حضرت عمر فاروق اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما نے چشم بصیرت سے ہی اس فساد اور بگاڑ کو دیکھ لیا تھا۔ اسی لئے انہیں ان کے باہر نکلنے پر ناگواری ہوتی تھی۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی تغیر حالات کو دیکھ کر فرمایا تھا ”لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد“ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارک میں عورتوں کی موجودہ بے اعتدالیوں کو دیکھ لیتے تو انہیں مسجد آنے سے روک دیتے۔ اور اسی لئے حضرات فقہاء و محدثین اس زمانہ شرفساد میں

گھر کی محفوظ چہار دیواری سے باہر نکل کر جمعہ و جماعت میں شریک ہونے سے عورتوں کو منع کرتے ہیں۔

وہ احادیث جن میں مسجد کی حاضری کے وقت پردہ کی پابندی زیب و زینت، خوشبو کے استعمال اور مردوں کے ساتھ اختلاط سے اجتناب کا حکم ہے ضروری وضاحت: اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ خواتین اسلام کے لئے اصل حکم تو یہی ہے کہ بغیر ضرورت کے گھر سے باہر قدم نہ رکھیں چنانچہ سورہ احزاب کی آیت ۳۳ میں ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد خداوندی ہے ”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى“ الآية، تم اپنے گھروں میں قرار گیر رہو (مراد یہ ہے کہ پردہ میں اس طرح رہو کہ بدن اور لباس کچھ بھی نظر نہ آئے جو گھروں میں ٹھہرے رہنے سے حاصل ہو گا اور اسی حکم کی تاکید کے لئے فرمایا) قدیم زمانہ جاہلیت کے رواج کے موافق مت پھرو (جس میں بے پردگی راجح تھی)

حافظ ابن کثیر آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”هذه آداب امر الله تعالى بهانساء النبي صلى الله عليه وسلم ونساء الامت تبع لها في ذلك.....“ ”وقرن في بيوتكن“ ابي الزمن بيوتكن فلا تخرجن لغير حاجة ومن الحوائج الشرعية الصلوة في المسجد بشرطه كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ”لا تمنعوا اماء الله مساجد الله وليخرجن وهن نفلات“ - وفي رواية - وبيوتهن خير لهن“ وقال الحافظ

ابوبکر البزار حدثنا حميد بن مسعدة حدثنا ابو رجاء الكلبي
روح بن المسيب ثقة حدثنا ثابت البناني عن انس رضی اللہ عنہ
قال: جئن النساء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلن یا
رسول اللہ ذہب الرجال بالفضل والجهاد فی سبیل اللہ تعالیٰ
فما لنا عمل ندرك به عمل المجاہدین فی سبیل اللہ تعالیٰ؟
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”من قعدت- او کلمة
نحوها- منکن فی بیتها فانها تدرك عمل المجاہدین فی سبیل
اللہ تعالیٰ“ وقال البزار ایضاً عن عبد اللہ
رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ” المرأة عورة
فاذا اخرجت استشرفها الشیطان واقرب ماتکون بروحة ربها
وهی قعر بیتها“ رواه الترمذی... نحوه.

یہ چند آداب ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
ازواج مطہرات کو حکم فرمایا ہے اور خواتین اسلام ان احکام میں ازواج مطہرات
کی تابع ہیں وَقَرْنَ فِی بُیُوتِكُنَّ یعنی اپنے گھروں سے چٹی رہو
اور بلا ضرورت (بشری یا شرعی) باہر نہ نکلو اور شرعی ضرورتوں میں سے
ایک شرائط مقررہ کی پابندی کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرنا بھی ہے جیسا کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”اللہ کی بندگیوں کو اللہ کی مسجدوں
سے نہ روکو اور وہ مسجد کے لئے نکلیں تو خوشبو نہ لگائے ہوں، اور ایک روایت
میں (یہ زیادتی ہے) اور نماز پڑھنے کے لئے ان کے گھر ہی لٹکے لئے بہتر ہیں۔
اور حافظ ابوبکر بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے
کہ انہوں نے بیان کیا کہ کچھ عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد تو فضل

وجہاد کو لے اڑے لہذا ہمیں بھی کوئی ایسا کام بتایا جائے جس سے ہم جہاد
کے ثواب کو پالیں؟

آپ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے گھر میں جمی بیٹھی رہے (یا اسی کے ہم
معنی کوئی کلمہ فرمایا) اسے راہِ خدا میں جہاد کا ثواب حاصل ہو جائے گا“
(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستورات کا اپنے گھر کی چہار دیواری میں اپنے
آپ کو مقید رکھنا ہی ان کے حق میں جہاد فی سبیل اللہ ہے اور بغیر اجازت
شرعی کے گھر سے باہر نکلنا جہاد سے بھاگنا ہے)

اور حافظ بزار حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت
کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”عورت سر لپا پردہ ہے
(اور جب وہ اپنے آپ کو بے پردہ کر کے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک
جھانک میں لگ جاتا ہے۔ اور عورت اپنے رب کی رحمت و مہربانی سے سب
سے قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔ امام
ترمذی نے بھی اسی معنی کی حدیث ایک اور سند سے روایت کی ہے۔“

قرآن حکیم اور ان مذکورہ احادیث سے جنہیں حافظ ابن کثیر نے آیت کی
تفسیر کے تحت نقل کی ہیں صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ اسلامی شریعت میں
عورت کی عملی سرگرمیوں کا مرکز اس کا اپنا گھر ہے اور اس کی زندگی کے سہانے
اور رحمت آگیز لمحات وہی ہیں جو گھر کی چہار دیواریوں کے پر امن ماحول
میں بسر ہوتے ہیں۔

فرمان الہی اور شاد رسول (ﷺ) کے مطابق عورت کے لئے اصل
حکم تو ”قوار فی البیوت“ ہی ہے۔ لیکن اسلام چوں کہ دین فطرت ہے
جس میں بیجا تنگی اور ناقابل تحمل پابندی کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے اس اصل
حکم کے ساتھ یہ رخصت و رعایت بھی دی گئی ہے کہ بوقت ضرورت چند

باتوں کی رعایت کرتے ہوئے باہر نکل سکتی ہیں۔

چنانچہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”قد اذن الله لکن ان تخرجن لحوانجکمن (صحیح بخاری کتاب التفسیر و کتاب النکاح باب خروج النساء لحوانجہن) اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہو۔

لیکن اس اجازت و رخصت کے ساتھ ایسے انتظامات کئے گئے کہ باہر کے ماحول سے عزت مآب خواتین اسلام کی عفت اور طہارت اخلاق مجروح نہ ہونے پائے اور نہ اسلامی معاشرہ ان کی وجہ سے ابتلاء و آزمائش کا شکار ہو۔ اس لئے انہیں حکم دیا گیا کہ جب وہ کسی بشری یا شرعی ضرورت کے تحت گھروں سے باہر نکلیں تو درج ذیل امور کی پابندی کریں۔

الف: یُدْنِیْنَ عَلَیْہِنَّ مِنْ جَلَابِیْہِنَّ ”بڑی چادر اوڑھ لیں جس سے آنکھوں کے سوا سر سے پاؤں تک پورا بدن ڈھک جائے۔

ب: ”یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِہِنَّ“ اپنی نظریں پست رکھیں، حتی الوسع کسی نامحرم پر نظر نہیں پڑنی چاہیے۔

ج: ”وَلَا یُؤَدِّیْنَ زَیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْہَا“ اور اپنی پیدائشی اور بناوٹی زینت و آرائش کو ظاہر نہ ہونے والی چیز جو بے قصد و ارادہ خود سے کھل جائے یا جن کا چھپانا بس سے باہر ہو اس کے کھلنے میں کوئی حرج نہیں۔

د: ”وَلَا یَضْرِبْنَ بَارِجُلَہِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زَیْنَتِہِنَّ“ زمین پر اس طرح پاؤں نہ ماریں کہ ان کے پازیب وغیرہ کی جھنکار سنی جائے۔ یہی حکم عورت کے ہر اس حرکت و عمل کا ہے جس سے اس کے حسن و آرائش کی نمائش ہو اور وہ مردوں کی توجہ کا ذریعہ بنے۔ اس باب سے متعلق جملہ احادیث و حقیقت انہیں احکام خداوندی کی تفسیر و تشریح اور احکام سے ماخوذ دیگر

شرطوں کا بیان ہیں اس ضروری وضاحت کے بعد عنوان سے متعلق ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ کیجئے۔

پہلی شرط پر وہ

۹ - عن عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ اخبرته قالت: کن نساء المؤمنات یشہدن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاة الفجر متلفعات بمروطهن ثم ینقلین الی بیوتهن حین یقضین الصلوۃ لا یعرفن احد من الغلس“

(بخاری، ج: ۱، ص: ۸۴ و ۸۵، مسلم، ج: ۱، ص: ۲۳۰)

”عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ ایمان لانے والی عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر میں اس حال میں حاضر ہوتی ہیں کہ وہ اپنی رنگین سونی چادروں میں سر سے پیر تک لپیٹی ہوتی تھیں پھر نماز سے فراغت کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں۔ صبح کی تاریکی کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں پاتا تھا“

۱۰ - عن ابی ہریرۃ قال کن النساء یرسلن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغداۃ ثم یرجعن متلفعات بمروطهن“ رواہ الطبرانی فی الاوسط من طریق محمد بن عمرو بن علقمہ و اختلف فی الاحتجاج بہ ”مجمع الزوائد ج: ۲، ص: ۳۳. ولكن معناه صحیح لبثتہ من وجہ آخر از مرتب۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھتی تھیں پھر اپنی رنگین سونی چادروں میں لپیٹی مسجد سے نکل جاتی تھیں۔“

یہ دونوں حدیثیں فرمان الہی ”یُذْنِبْنَ عَلَيْهِنَ مَنْ جَلَا بَيْهِنَّ“ کی عملی تعبیر ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ ضرورت شرعی کے تحت عورتوں کے لئے باہر نکلنا اور مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے آنا ہی وقت جائز ہے کہ وہ اچھی طرح سے برقعہ یا لمبی چادر میں اپنے پورے جسم کو ڈھکے ہوئے ہوں۔

دوسری شرط خوشبو کے استعمال سے اجتناب

۱۱ - عن زینب امرأة عبد الله قالت قال لنا رسول الله : اذا شهدت احدی کن المسجد فلا تمس طيباً“ (مسلم: ج: ۱، ص: ۱۸۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم عورتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا مسجد آنے کا ارادہ ہو تو خوشبو نہ استعمال کرے۔

۱۲ - عن ابی ہریرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ايما امرأة اصاب بخور افلاتشهد معنا العشاء الآخرة“ (مسلم: ج: ۱، ص: ۱۸۳) حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت نے بھی خوشبو کی دھونی لی ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی جماعت میں حاضر نہ ہو۔“

۱۳ - عن ابی ہریرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تمنعوا اماء الله مساجد الله ولكن ليخرجن وهن تفلات.

حضرت ابی ہریرہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو لیکن وہ گھروں سے اس حالت میں نکلیں کہ ترک خوشبو کی وجہ سے ان کے کپڑوں سے بو آتی ہو“ مسند احمد، ج: ۱۹، ص: ۱۹۰

ص: ۱۳۸ وقال المحقق الشيخ احمد محمد شاکر اسنادہ صحیح و سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۸۳ و اسنادہ حسن و موارد الطمان، ص: ۱۰۲)

۱۴ - عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انذونوا للنساء بالليل الى المساجد تفلات، ليث الذي ذكر تفلات“

(مسند احمد، ج: ۸، ص: ۸۲ وقال المحقق الشيخ احمد محمد شاکر اسنادہ صحیح)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا عورتوں کو اجازت دو کہ وہ رات میں مسجد میں آئیں اس حال میں کہ ترک خوشبو سے ان کے کپڑوں سے خراب بو آرہی ہو۔

تنبیہ: ”ليث الذي ذكر تفلات“ امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ اس جملہ سے یہ وضاحت کر رہے ہیں کہ اس حدیث کو مجاہد عن ابن عمر سے روایت کرنے والے دور او یوں لیث (ابن ابی سلیم) اور ابراہیم بن المبارک میں سے لیث نے تفلات کا لفظ مجاہد سے روایت کیا ہے اور ابراہیم بن المبارک نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔

۱۵ - عن زيد بن خالد الجهني قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تمنعوا اماء الله المساجد وليخرجن تفلات“

(رواه احمد والبخاري والطبراني في الكبير و اسنادہ حسن مجمع الزوائد، ج: ۳۲، ص: ۳۳ موارد الضمان، ص: ۱۰۲)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو مسجدوں سے نہ روکو اور وہ مسجد جانے کے لئے اس حال میں نکلیں کہ تیل، خوشبو (وغیرہ) استعمال نہ کرنے سے ان کے کپڑوں سے ناپسند بو آرہی ہو“

۱۶ - عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تمنعوا

اماء الله مساجد الله وليخرجن تفلات، قالت: عائشة ولورأى حالهن اليوم منعهن۔“ (جامع المسانيد والنسب، ج: ۳، ص: ۳۶۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بندہوں کو مسجدوں سے نہ روکو اور چاہیے کہ وہ میلی چھیلی نکلیں حضرت عائشہ کہتی ہیں اگر حضور ان کی آج کی حالت کو دیکھتے تو انہیں مسجد آنے سے روک دیتے۔

۱۷ - عن موسى بن يسار رضى الله عنه قال: مروت بابي هريرة امرأة وريحها تعصب لقال لها ابن تيريد بن يا امة الجبار؟ قالت: الى المسجد قال وتطبت؟ قالت: نعم، قال: فارجمي فاغتسلي فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يقبل الله من امرأة صلاة خرجت الى المسجد وريحها تعصب حتى ترجع فتغتسل۔“

(رواه ابن خزيمة في صحيحه قال الحافظ (المنذرى) اسناده متصل ورواته ثقات... الترغيب والترهيب: ج: ۳، ص: ۸۸) ورواه ابو داؤد، ج: ۲، ص: ۵۷۵ ونسائي، ص: ۲۸۲۔

حضرت موسیٰ بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قریب سے ایک عورت گزری اور خوشبو اس کے کپڑوں سے بھسک رہی تھی، ابو ہریرہ نے پوچھا اے خدائے جبار کی بندی کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا مسجد کا، پوچھا تو نے خوشبو لگا رکھی ہے؟ اس نے کہا ہاں، حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا لوٹ جا اور اسے دھو ڈال کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی عورت کی نماز قبول نہیں کرتا جو اس حالت میں مسجد کے لئے نکلے کہ خوشبو اس کے کپڑوں سے پھوٹ رہی ہو۔“

یہ مذکورہ حدیثیں اس بارے میں صریح ہیں کہ کسی قسم کی بھی خوشبو لگا کر عورتوں کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور مردوں کے اجتماعات میں جانا خواہ وہ اجتماع مسجد میں نمازیوں کا کیوں نہ ہو جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں تو ایسی عورت کے لئے یہاں تک فرمایا ہے کہ

۱۸ - كل عين زانية والمرأة اذا استعطرت فمروت بالمجلس فهى كذا وكذا يعنى زانية“ رواه الترمذى قال هذا حديث حسن صحيح) ہر آنکھ زنا کار ہے (یعنی زنا میں مبتلا ہونے کا ذریعہ ہے) اور عورت جب خوشبو لگا کر (مردوں) کی مجلس کے پاس گزرتی ہے تو وہ ایسی نابکار ہے ایسی نابکار ہے حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں کہ ”کذا وكذا“ کے الفاظ سے آنحضرت کی مراد زنا ہے۔

۱۹ - چنانچہ سنن نسائی اور صحیح ابن خزیمہ و صحیح ابن حبان میں یہی حدیث ان الفاظ میں ہے۔

”ایما امرأة استعطرت، فمروت علی قوم لیجدوا ریحها فهی زانية وكل عين زانية“ رواه الحاكم ايضاً وقال صحيح الاسناد

(الترغيب والترهيب، ج: ۳، ص: ۸۵)

جو عورت بھی خوشبو لگائے پھر گزرے کسی جماعت پر تاکہ وہ لوگ اسکی خوشبو کو محسوس کریں تو وہ زانیہ ہے (اور اسکی طرف دیکھنے والی) ہر آنکھ زنا کار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عورت کا اس طرح معطر و مشکبار ہو کر غیر مردوں کے پاس جانا انہیں دعوتِ گناہ دینا ہے اس لئے اس کا یہ عمل اسی گناہ کے حکم میں ہے، اسی طرح کسی اجنبی عورت کی جانب شہوت و رغبت سے دیکھنا بھی گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب اور ذریعہ ہے لہذا یہ بھی اسی گناہ کے درجے میں ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ سے مروی ہے:

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم. يعنى عن دبه عزوجل. النظرة سهم مسموم من سهام ابليس من تركها من مخافتى ابدلته ايمانا يجد حلاوته فى قلبه“ رواه طبرانى ورواه الحاكم من حديث حذيفة قال صحيح الاسناد“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ (احسنیہ پر نگاہ) ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے جو شخص میرے خوف سے اپنی نگاہ کو اس کے دیکھنے سے بچالے گا میں اس کے بدلے میں ایمان کی دولت سے مالا مال کر دوں گا جس کی لذت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جو خوشبو کی طرح داعیہ شہوت میں تحریک کا سبب بنے جیسے خوشنما، دیدہ زیب ملبوس، نمایاں زیورات تزئین و آرائش مردوں سے اختلاط اور ان سے رل مل جانا، ص: ۴، پر فتح الباری کی عبارت گذر چکی ہے اسے دیکھ لیا جائے اور درحقیقت یہ سب چیزیں آیت قرآنی ”وَلَا يَضْرِبْنَ بَارِجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ“ کے حکم میں داخل ہیں۔

تیسری شرط ترک زینت

۲۰ - عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی المسجد اذ دخلت امرأة من مزینة ترفل فی زینة لها فی المسجد فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یا ایہا الناس انہو النساء کم عن لبس الزینة والتبختر فی المسجد فان بنی اسرائیل لم یلعنوا حتی لبس نسائهم الزینة وتبخترن فی المساجد (رواه ابن ماجہ، ص: ۲۹۷ باب فتنہ النساء والحافظ ابن عبد البر

فی التمهید لما فی الموطاء من المعانی والاسانید، ج: ۲۳، ص: ۴۰۷، طبع: ۱۴۱۰ھ) ہو حدیث ضعیف، ولكن حدیث عائشة ”لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائیل“ و حدیث ابی ہریرہ ”ولكن لیخرجن وھن تفلات“ یؤید معناه واللہ اعلم:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ قبیلہ مزینہ کی ایک عورت خوبصورت کپڑوں میں مزین ناز و نخوت کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئی (اس کی یہ ناپسندیدہ کیفیت دیکھ کر) آپ نے فرمایا اے لوگو اپنی عورتوں کو زینت سے آراستہ ہو کر ناز اور خوش رفتاری کے ساتھ مسجد میں آنے سے روکو، بنی اسرائیل اسی وقت ملعون کئے گئے جب ان کی عورتیں حج دھج کر ناز و نخوت سے مسجدوں میں آنے لگیں۔

تشریح: عورتوں کا خوش منظر لباس میں حج دھج کر مساجد میں آنا اللہ کی رحمت و مغفرت اور اس کے قرب سے دوری کا سبب ہے اس لئے ایسی حالت میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی قطعاً اجازت نہیں ہو سکتی۔

چوتھی شرط مزدوں سے عدم اختلاط:

۲۱ - ”عن حمزة بن ابی اسید الانصاری عن ابیہ انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو خارج من المسجد فاخطلط الرجال مع النساء فی الطريق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: للنساء استاخرن فانه لیس لکن ان تحققن الطريق علیکن بحافات الطريق فكانت المرأة تلتصق بالجداد حتی ان

ثوبها لیتعلق بالجدار من لصوقها به“ (ابوداؤد، ج: ۲، ص: ۷۱۳)

حضرت ابواسید الانصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ (آپ مسجد سے باہر تھے اور راستے میں مرد اور عورتیں باہم رل مل گئی تھیں) عورت! پیچھے ہٹ جاؤ تمہارے لئے مناسب نہیں کہ تم راستے میں (مردوں) سے مزاحمت کرو تمہیں راستے کے کنارے ہی سے چلنا چاہیے، (راوی حدیث بیان کرتے ہیں) فرمان نبوی سننے کے بعد عورتیں راستوں کے کنارے بنے مکانوں کی دیوار سے اس قدر سٹ کر چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔

۲۲- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لیس للنساء نصیب للخروج و لیس لهن نصیب فی الطريق الا فی جوانب الطريق“ (رواہ الحافظ ابن عبدالبر فی التمهید: ج: ۲۳، ص: ۳۹۹، ۴۰۰ والطبرانی کما فی الجامع الصغير وهو حدیث ضعیف فیض القدير، ج: ۵، ص: ۷۸، ۷۹، ۸۰)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو گھروں سے نکلنے کا حق نہیں (البتہ اگر وہ نکلنے پر مجبور ہو جائے تو نکل سکتی ہے) اور راستے میں ان کا حق صرف راستہ کا کنارہ ہے۔

۲۳. ۲۴- عن ابی عمر و بن حماس (مرسل) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لیس للنساء وسط الطريق“ وعن ابی ہریرۃ مثله . (الجامع الصغير فتح القدير، ج: ۵، ص: ۷۹، ۸۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیچ راستے میں چلنا عورتوں کے لئے درست نہیں۔

۲۵- عن ام سلمة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

اذا سلم قام النساء حين يقضى تسليميه ويمكث هو في مقامه يسير اقبل ان يقوم، قال (الزهري) نرى والله اعلم ان ذلك كان لكي تنصرف النساء قبل ان يدر كهن الرجال“ وفي موضع قال ابن شهاب فترى والله اعلم بالصواب لكي ينفذ من ينصرف من النساء“ (بخاری، ج: ۱، ص: ۱۱۹، ۱۲۰)

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پوری فرما کر سلام پھیرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پورا ہوتے ہی بلا تاخیر عورتیں صف سے اٹھ کر چلی جاتیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ پر ٹھہرے رہتے (اور مرد بھی آپ کی اتباع میں رکے رہتے جیسا کہ بخاری ہی کی ایک روایت میں اس کی تصریح ہے)

اپنے دور کے امام الحدیث مشہور تابعی ابن شہاب زہریؒ کہتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز سے فراغت کے بعد مصلیٰ پر کچھ دیر تشریف فرما رہنا اس مصلحت کی بناء پر تھا کہ عورتیں پہلے مسجد سے نکل جائیں تاکہ مردوں اور عورتوں کا باہم اختلاط و ازدحام نہ ہو۔

۲۶- حدثنا عبدالوارث ثنا ايوب عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو تركنا هذا الباب للنساء، قال نافع فلم يدخل منه ابن عمر حتى مات“ قال ابو داؤد رواه اسمعيل بن ابراهيم عن ايوب عن نافع قال قال عمر وهذا اصح (ابوداؤد، ج: ۱، ص: ۷۶، ۷۷)

وفى بعض النسخ قال ابو داؤد وحديث ابن عمر وهم من عبد الوارث اى رفعه وهم منه ، وقال المحدث خليل احمد السهارنفورى ولم أجد دليلا ما ادعاه المصنف من الوهم فان

الراوین کلہما ثقتان، بذل المجہود، ج: ۱، ص: ۳۲۰۔
 وهو كما قال لان الصحيح بل الصواب الذي عليه الفقهاء
 الاصوليون ومحققوا المحدثون انه اذا روى الحديث مرفوعاً
 وموقوفاً او موصولاً ومرسلاً حكم بالرفع والوصل لانها زيادة
 ثقة سواء كان الرفع والواصل اكثر والغل في الحفظ والعدد
 (شرح مسلم للنووي، ج: ۱، ص: ۲۵۶ و كتاب القرآة للبيهقي
 ، ص: ۴۸، كتاب الاعتبار للحازمي ، ص: ۱۲ وتلخيص الحبير
 للحافظ ابن حجر، ص: ۱۲۶ وايضا قال النواب صديق حسن
 في "دليل الطالب" ، ص: ۱۲۷۰ اذا كان الواصل ثقة فهو مقبول .
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسجد نبوی کے اس دروازہ کی جانب جسے اب باب
 النساء کہا جاتا ہے) اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کاش کہ اس دروازہ کو لوگ
 عورتوں کے لئے چھوڑ دیتے (یعنی مرد اس دروازہ سے آنا جانا بند کر دیں
 صرف عورتیں ہی اسے اپنی آمد و رفت کے لئے استعمال کریں تو یہ بہتر
 ہوتا کیونکہ اس صورت میں مرد و عورت کے باہمی اختلاط سے امن رہے
 گا) نافع کہتے ہیں (اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر اس
 دروازہ کے استعمال کرنے سے مردوں کو منع نہیں فرمایا تھا مگر نشانے نبوت کی
 اتباع میں) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پھر تاحیات اس دروازہ سے مسجد
 نبوی میں داخل نہیں ہوئے۔

تشریح: حدیث نمبر ۲۱ سے ۲۶ تک کی تمام روایتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے
 کہ عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت شرعی طور پر اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ
 راستے اور مسجد میں عورتوں و مردوں کا باہم اختلاط نہ ہونے پائے۔ پھر اسی

اختلاط مرد و زن سے حفاظت کے لئے عورتوں کو صف میں پیچھے رکھا اور
 مردوں و عورتوں کے درمیان بچوں کی صف حائل کر دی چنانچہ امام احمد نے
 مسند احمد میں صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ
 کی یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک دن انہوں نے اپنی قوم کو جمع کیا اور فرمایا:

۲۷- يا معاشر الاشعريين اجتمعوا، واجمعوا نساءكم وابناءكم
 حتى اعلمكم صلاة النبي صلى الله عليه وسلم صلى بنا المدينة،
 فاجتمعوا نسايتهم وابنائهم فتوضاء وأداهم كيف يتوضأ..... حتى
 لما فاء الفتي وانكسر اطل قام فاذن فصف الرجال في ادنى
 الصف، و صف الولدان خلفهم و صف النساء خلف الولدان“
 الحديث (مسند امام احمد، ج: ۵، ص: ۳۴۳ و جامع المسانيد
 والسنن، ج: ۱۴، ص: ۴۵۳) رواه ابو شيبه في مصنفه عن ابي مالك
 الاشعري بلفظ ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى، فاقام الرجال
 يلونه واقام الصبيان خلف ذلك، واقام النساء خلف ذلك“ كما في
 نصب الراية، ج: ۲، ص: ۳۶. وقد روى ابو داؤد الطرف الاول منه في
 سنة، ج: ۱، ص: ۹۸ في باب مقام الصبيان من الصف.

(حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم سے کہا) اے اشعریو جمع
 ہو جاؤ اور اپنی عورتوں و بچوں کو بھی اکٹھا کر لو تاکہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی نماز سکھاؤں جو آپ ہمیں مدینہ میں پڑھایا کرتے تھے، تو سارے
 لوگ جمع ہو گئے اور اپنی عورتوں و بچوں کو بھی جمع کر لیا۔ (پہلے تو) انہیں
 وضو کر کے دکھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرماتے تھے،
 پھر جب سایہ ڈھل گیا اور گرمی کی تیزی میں ٹہنی آگئی تو کھڑے ہوئے اور اذان
 دی پھر مردوں کی صف اپنے سے قریب قائم کی اور مردوں کی صف کے

پیچھے بچوں کی صف بنائی اور ان کی صف کے پیچھے عورتوں کی صف بندی کی۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کا ترجمہ یہ ہے:

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو مردوں کو اپنے قریب کھڑا کیا اور مردوں کے پیچھے بچوں کو اور بچوں کے پیچھے عورتوں کو کھڑا کیا پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ عورتوں کو ترغیب دی کہ وہ مردوں سے زیادہ سے زیادہ فاصلے پر رہیں چنانچہ امام بخاری کے علاوہ سب اصحاب صحاح ستہ نے ابو ہریرہؓ کی یہ روایت تخریج کی ہے "قال قال رسول الله عليه وسلم: خير صفوف الرجال اولها، وشرها آخرها، وخير صفوف النساء آخرها، وشرها اولها"۔ یعنی ثواب کے لحاظ سے مردوں کی سب سے بہتر پہلی صف ہے اور سب سے خراب آخری۔ اور ان عورتوں کی جو مردوں کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہیں ثواب کے اعتبار سے سب سے اچھی پچھلی صف ہے اور سب سے خراب آخری۔ امام نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما صفوف الرجال فہی علی عمومها فخيرها اولها ابداء وشرها آخرها ابداء، اما صفوف النساء فالمراد بالحدیث صفوف النساء اللواتی یصلین مع الرجال واما اذا صلین متميزات لا مع الرجال فہن كالرجال خیر صفوفہن اولها وشرها آخرها والمراد بشر الصفوف فی الرجال والنساء اقلها ثوابا وفضلا وبعدها من مطلوب الشرع.

وانما فضل آخر صفوف النساء الحاضرات مع الرجال لبعدهن من مخالطة الرجال ورویتهم وتعلق القلب بہم عند روية حرکاتہم وسماع کلامہم. (مسلم مع شرح النووی، ج: ۱، ص: ۱۸۲)

مردوں کی صفوں کا حکم اپنے عموم پر ہے یعنی خواہ صرف مردوں کی جماعت ہو یا مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ہوں بہر حال مردوں کی پہلی صف باعتبار ثواب و فضیلت کے بہتر ہے اور آخری صف اس کے برعکس رہا عورتوں کی صف کا حکم تو حدیث میں اس سے مراد ان عورتوں کی صفوں کا ہے جو مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہوں اور اگر عورتیں الگ اپنی جماعت کریں تو اس صورت میں ان کی بھی اگلی ہی صف بہتر ہوگی اور پچھلی خراب جیسا کہ مردوں کی صف کا حکم ہے۔

اور مردوں کے ساتھ ہونے کی حالت میں ان کی آخری صفوں کی فضیلت صرف اس وجہ سے ہے کہ اس وقت وہ مردوں کے ساتھ اختلاط اور رلنے ملنے سے دور ہو جاتی ہیں اور بالکل پیچھے ہونے (اور بیچ میں مزید بچوں کی صف کے حائل ہو جانے سے)

مردوں کو اور ان کی حرکات کو دیکھنے اور ان کی باتیں سننے سے بھی دور ہو جاتی ہیں جس سے ان کا قلبی اطمینان (شیطانی ادہام و ہوا جس سے بالکل مامون و محفوظ رہتا ہے۔

چنانچہ اسی مصلحت کے پیش نظر عورتوں کو حکم تھا کہ جب تک مرد سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ نہ جائیں وہ سجدہ سے سر نہ اٹھائیں "یا معاشر النساء لا ترفعن رؤسكن حتی یرفع الرجال" (مسلم، ج: ۱، ص: ۱۸۲)

اور اسی غایت درجہ احتیاط کے تحت اگر امام کو نماز میں سہو پیش آجائے تو اسے آگاہ اور متنبہ کرنے کے لئے مرد سبحان اللہ کہے گا مگر جمع میں عورت کو اس قدر بھی بولنے کی اجازت نہیں دی گئی التسییح للرجال والتصفیق للنساء (مسلم، ج: ۱، ص: ۱۸۰) یعنی امام کو سہو پر آگاہ کرنے کے لئے عورت بجائے زبان سے تسبیح پکارنے کے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو

بائیں ہاتھ کی پشت پر ہتھ پھادے اور بس۔

خیال کیجئے نماز مذہب اسلام میں سب سے اہم و افضل عبادت ہے، مسجد نبوی کی نماز تمام مساجد سے ہزار گنا فضیلت و زیادتی رکھتی ہے امام المرسلین والانبیاء کی اقتداء میں ایک نماز بھی وہ گنج گراں مایہ ہے جس کے مقابل دنیا مع اپنے تمام تر خزانوں کے پرکاش کی بھی حیثیت نہیں رکھتی، پھر عام طور پر مقتدی وہ لوگ ہیں (کہ بجز انبیاء) جن سے بڑھ کر پابند و مقدس جماعت چشم آسمان نے نہیں دیکھی، اسلامی معاشرہ ایسے مرد و عورت پر مشتمل ہے جن کی عفت مآب زندگی آگے چل کر امت کے لئے طہارت اخلاق اور پاک دامنی کی تعلیم کا مثالی نمونہ بننے والی تھی، وقت کا تقاضا ہے کہ ہر لمحہ تازہ وحی اور نئے نئے احکام سے بہرہ ور ہونے کے لئے ہر مرد و عورت دربار نبوت میں حاضر ہوتا رہے، پوری فضا خشیت الہی اور طہارت و تقویٰ سے معمور ہے، ایسے مامون و مقدس ماحول اور ایسی پاکیزہ و ستھری فضا میں نبی مکرم و ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین اسلام کو بازاروں و میلوں میں گھومنے کے لئے نہیں، پارکوں اور مرغزاروں میں تفریح کے لئے نہیں، الورا اور ارجنٹا کی گھپاؤں اور کشمیر کی وادیوں میں سیر کے لئے نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی میں، خود اپنی اقتداء میں اور اتقیائے امت کی جماعت میں خدائے بزرگ و برتر کی سب سے بڑی عبادت ادا کرنے کے لئے اس قدر مقید کیا کہ رات کی تاریکی میں، سر سے پیر تک پورا بدن چھپا کر، خوشبو کے استعمال سے بالکل اجتناب کرتے ہوئے میلی چھیلی حالت میں اس طرح آئیں کہ مردوں کا سایہ بھی نہ پڑنے پائے اور مردوں سے دور بالکل کنارے نماز ادا کر کے بغیر کسی توقف کے اپنے گھروں کو واپس لوٹ جائیں ان سارے احکامات و ہدایات اور پابندیوں کا مقصد بجز اس کے اور کیا ہے کہ ان کے

جو ہر شرافت اور گوہر حفاظت پر ایسے پہرے بٹھائے جائیں تاکہ اختلاط مرد و زن سے تخم فتنہ کو اسلامی معاشرہ میں نشوونما کا موقع فراہم نہ ہو سکے۔ پھر ان تمام تر پابندیوں کے باوجود بار بار اپنی رضا کا اظہار یوں فرمایا کہ عورتوں کے لئے مسجد کے بجائے اپنے گھر میں نماز ادا کرنا بہتر ہے اور خواتین اسلام کو گھروں ہی میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی۔ ملاحظہ کیجئے:

وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں

کو اپنے گھروں میں نماز ادا کرنا افضل ہے

۲۸۔ عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تمنعوا نساءكم المساجد وبيوتهن خير لهن

(رواہ ابو داؤد فی سننہ، ج: ۱، ص: ۸۴ وخرجه العاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین وصححه ایضاً ابن خزیمہ)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو اور ان کے گھر (نماز کے واسطے) ان کے حق میں زیادہ بہتر ہیں (یعنی مسجدوں میں نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ان کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب کا باعث ہے)

۲۹۔ عن عبدالله عن النبی صلی الله عليه وسلم قال صلوة المرأة فی بیتها افضل من صلاحها فی حجرتها وصلاحها فی مخدعها افضل من صلاحها فی بیتها۔ (رواہ ابو داؤد فی سننہ، ج: ۱، ص: ۸۴)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی نماز اپنے گھر کے اندر گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور اس کی نماز گھر کی چھوٹی کوٹھری میں گھر کی نماز سے بہتر ہے (مطلب

یہ ہے کہ عورت جس قدر پوشیدہ ہو کر نماز ادا کرے گی اسی اعتبار سے زیادہ مستحق ثواب ہوگی)

۳۰ - عن ام حمید امرأابی حمید الساعدی انها جاءت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت: یا رسول اللہ انی احب الصلوة معک قال: قد علمت انک تحبین الصلاة معی، وصلاحک فی بیتک خیر من صلاحک فی حجرتک، وصلاحک فی حجرتک خیر من صلاحک فی دارک، وصلاحک فی دارک خیر من صلاحک فی مسجد قومک، وصلاحک فی مسجد قومک خیر من صلاحک فی مسجدی قال: فامرت فبنی لها مسجد فی اقصى شئی من بیتها واطلمه فكانت تصلى فيه حتى لقيت الله عزوجل

(رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح غیر عبداللہ بن سويد الانصارى ورواه ابن حبان مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۳ و ۳۴)

ابو حمید ساعدی کی بیوی ام حمید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی خواہش ہے، آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو میرے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند کرتی ہے، حالانکہ تیری کوٹھری کی نماز تیرے لئے بڑے کمرہ کی نماز سے بہتر ہے، اور تیری بڑے کمرہ کی نماز گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور تیری صحن کی نماز محلہ کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد کی نماز میری مسجد کی نماز سے بہتر ہے۔ راوی حدیث نے کہا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء سمجھ کر) انہوں نے اپنے گھر والوں کو (گھر کے اندر مسجد بنانے کا حکم دیا) چنانچہ گھر کی ایک حجرہ و تار کو ٹھہری میں ان کے لئے مسجد بنائی گئی اور وہ اسی میں نماز پڑھتی رہیں

یہاں تک کہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔“

اس حدیث کی تخریج ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیحین میں کی ہے اور ابن خزیمہ نے اس حدیث کا باب (عنوان) یہ قائم کیا ہے: ”باب اختیار صلاة المرأة فی حجرتها علی صلاحها فی دارها وصلاحها فی مسجد قومها فی مسجد علی صلاحها فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وان كانت صلاة فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعدل الف صلاة فی غیره من المساجد، والدلیل علی ان قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلاة فی مسجدی هذا افضل من الف صلاة فیما سواہ من المساجد انما ارادہ صلاة الرجال دون صلاة النساء“ (الترغیب والترہیب، ج: ۱، ص: ۲۲۵)

یہ بات (اس بیان میں ہے کہ) عورت کی نماز اپنی کوٹھری میں اس کے گھر کی نماز سے بہتر ہے اور اس کی محلہ کی مسجد میں پڑھی ہوئی نماز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے بہتر ہے اگرچہ مسجد نبوی کی نماز دیگر مساجد کی نمازوں سے ہزار درجہ افضل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ”میری مسجد کی نماز دیگر مسجدوں کی نماز سے ہزار گنا بہتر ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ یہ افضلیت خاص مردوں کو حاصل ہوتی ہے عورتیں اس حکم میں شامل نہیں ہیں۔“

۳۱ - عن ام سلمة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: صلاة المرأة فی بیتها خیر من صلاحها فی حجرتها، وصلاحها فی دارها خیر من صلاحها فی مسجد قومها.

(رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد جید الترغیب والترہیب، ج: ۱، ص: ۴۴۶)

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ”عورت کی اپنی کوٹھری کی نماز بہتر ہے اپنے بڑے کمرے کی نماز سے اور اس کے بڑے کمرے کی نماز بہتر ہے گھر کے صحن کی نماز سے اور اس کی صحن کی نماز مسجد کی نماز سے بہتر ہے۔“

۳۲: وعنہا رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: خیر مساجد النساء قعربیوتہن“

(رواہ احمد ابو یعلیٰ ولفظہ خیر صلوة فی قعر بیوتہن ورواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ ابن لہیعہ وفیہ کلام مج الزوائد ج: ۲، ص: ۳۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی بہتر مسجدیں ان کے گھروں کا اندرونی حصہ ہے۔

۳۳ - وعنہا رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاة المرأة فی بیتها خیر من صلاتها فی حجرتها ، و صلاتها فی حجرتها خیر من صلاتها فی دارها و صلوة فی دارها خیر من صلاتها خارج“.

(رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح خلا زید بن المهاجر، قال ابن

ابی حاتم لم یدکر عنہ راوغیر ابنہ محمد بن زید، مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۴)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”عورت کی نماز اپنی کوٹھری میں بہتر ہے اس کی بڑے کمرے میں نماز سے اور اس کی بڑے کمرے کی نماز بہتر ہے گھر کے صحن میں نماز سے اور گھر کے صحن کی نماز بہتر ہے گھر سے باہر کی نماز سے۔“

۳۴ - عن ابی ہریرة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : صلاة المرأة فی داخلتها وربما قال فی مخدعها اعظم لاجرها من ان تصلی فی بیتها ولان تصلی فی بیتها اعظم لاجرها من ان تصلی فی

دارها، ولان تصلی فی دارها اعظم لاجرها من ان تصلی فی المسجد الجماعة ولان تصلی فی الجماعة اعظم لاجرها من الخروج یوم الخروج. (رواہ الحافظ ابن عبدالبر بسندہ فی التمهید، ج: ۲۳، ص: ۳۹۹)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”عورت کا نماز پڑھنا گھر کے اندرونی حصہ میں اور کبھی کہتے ہیں گھر کی اندرونی کوٹھری میں اپنے اجر میں بڑھا ہوا ہے بڑے کمرے میں نماز پڑھنے سے، اور اس کا نماز پڑھنا کمرے میں صحن خانہ میں نماز پڑھنے کے ثواب سے بڑھا ہوا ہے۔ اور اس کا گھر کے صحن میں نماز پڑھنا مسجد جماعت (یعنی محلہ کی مسجد) میں نماز پڑھنے کے ثواب سے بڑھا ہوا ہے اور اس کا مسجد جماعت میں نماز سے پڑھنا باہر جانے کے ون باہر کی نماز کے ثواب سے بڑھا ہوا ہے۔“

۳۵ - عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : صلاة المرأة فی بیتها خیر من صلاتها فی حجرتها، و صلاتها فی حجرتها خیر من صلاتها فی دارها و صلاتها فی دارها خیر من صلاتها فیما وراء ذلك“.

(رواہ الحافظ ابن عبدالبر بسندہ فی التمهید، ج: ۲۳، ص: ۴۰۱)

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی اپنی کوٹھری کی نماز بڑے کمرے کی نماز سے بہتر ہے، اور بڑے کمرے کی نماز گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کے صحن کی نماز اس کے علاوہ دیگر مقامات کی نماز سے افضل ہے۔“

۳۶ - عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: المرأة عورة وانها اذا خرجت من بیتها امشیر فہا الشیطان، وانها لا تكون اقرب الی اللہ منها فی قعر بیتها“

(رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح، الترغیب والترہیب، ج: ۱، ص: ۲۲۶)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا عورت تو مکمل پردہ ہے (کیونکہ یہ جب بے پردہ ہوتی ہے تو شریف لوگوں کو اس کی بے پردگی سے شرم آتی ہے جس طرح پردہ کے اعضاء کے کھلنے سے شریف النفس کو شرم و عار محسوس ہوتی) اور عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان (یعنی جن وانس) اس کی تاک جھانک اور اس کے چکر میں پڑ جاتا ہے اور اللہ سے زیادہ قریب اسی وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر میں ہوتی ہے (لہذا اس کی گھر کی نماز مسجد کی نماز کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا قرب سے زیادہ قریب کرنے والی ہوگی)

۳۷: عنہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: صلاة المرأة تفضل علی صلاحها فی الجمع بخمس وعشرين درجة

(الجامع الصغير مع لفيض القدير ج: ۴، ص: ۲۲۳ ورمز المصنف لصحة وفيه بقية بن الوليد وهو صدوق كثير التدليس عن الضعفاء، كما في التقریب، ص: ۱۲۶، ورواه مسلم متابعاً)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ آخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: عورتوں کی اکیلے کی نماز مردوں کے ساتھ جماعت کی نماز سے پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے۔

۳۸ - عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة عورة فاذا اخرجت استشرها الشيطان، اقرب ما تكون من ربها اذا هي في قعر بيتها

(موارد الظمان الى زوائد ابن حبان، ص: ۱۰۳، وقال الهيمى رواه

الطبرانی فی الکبير ورجاله موقنون مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۵) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا عورت سر لپا پردہ ہے اور جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک اور چکر میں لگ جاتا ہے اور عورت اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اسی وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر اندر رولی گھر میں ہوتی ہے۔

۳۹ - عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان احب صلاة المرأة الى الله فی اشد مکان فی بیتها ظلمة (رواه ابن خزيمة فی صحیحہ من رواية ابراهيم الهجرى عن ابى الاحوص عن الترغیب والترہیب، ج: ۱، ص: ۲۲۷)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما آخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عورت کی وہ نماز ہے جو تاریک گھر میں ہو۔

۴۰ - وعنہ رضی اللہ عنہ (موقوفاً) قال: صلاة المرأة فی بیتها الفضل من صلاحها فی حجرتها، وصلاحها فی حجرتها الفضل من صلاحها فی دارها وصلاحها فی دارها الفضل من صلاحها فیما سواہ ثم "قال ان المرأة اذا خرجت استشرها الشيطان."

(رواه الطبرانی فی الکبير ورجاله رجال الصحیح مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۵) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا عورت کا اپنی کوٹھری میں نماز پڑھنا افضل ہے بڑے گھرے میں نماز پڑھنے سے اور اس کا بڑے گھرے میں نماز پڑھنا افضل ہے گھر کے گھن میں نماز پڑھنے سے، اور اس کا گھر کے گھن میں نماز پڑھنا افضل ہے اس کے

علاوہ اور جگہ پڑھنے سے۔ پھر اس فضیلت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ عورت جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک میں لگ جاتا ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ گھر میں رہتی ہے تو شیطان کے فتنے سے محفوظ رہتی ہے اور باہر نکلنے کی حالت میں وہ شیطان کی نگاہوں میں آجاتی ہے اور اسے کسی نہ کسی افتاد میں مبتلا کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔

۴۱- وعنہ رضی اللہ عنہ قال: ماصلت امرأة فی موضع خیر لها من قعر بیتها الا ان یكون المسجد الحرام او مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا المرأة تخرج فی منقلبها یعنی خفیها“.

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۵)

۴۲- وعنہ رضی اللہ عنہ انه كان یحلف فیبلغ فی الیمین، ما من مصلی للمرأة خیر من بیتها الا فی حج او عمرة الا امرأة قد نیست من البعولة وهی فی منقلبها، قلت ما منقلبها قال امرأة عجوز قد تقارب بخطوها“.

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موقوفون“ مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۵)

دونوں حدیثوں کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اور بطور تاکید کے) سخت قسم کھا کر فرماتے تھے کہ عورت کے لئے اس کے گھر کے اندرونی حصے سے بہتر کوئی جگہ نماز کی نہیں سوائے مسجد حرام اور مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام (یا حج اور عمرہ میں) مگر وہ عورت جو شوہروں سے ناامید ہو گئی ہو (یعنی ایسی بوڑھی عورت جسے شوہر کی ضرورت نہیں رہی) اور اپنے موزے میں ہو راوی نے پوچھا (منقلبین) موزوں سے آپ کی کیا مراد ہے تو فرمایا کہ ایسی بوڑھی (کہ بڑھاپے کی کمزوری کی وجہ سے اس کے قدم قریب قریب پڑنے لگیں)۔

۴۳- وعنہ رضی اللہ عنہ قال: ماصلت امرأة من صلاة احب الی اللہ من اشد مکان فی بیتها ظلمة“.

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موقوفون“ مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۵)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا عورت کی کوئی نماز خدا کو اس نماز سے زیادہ محبوب نہیں جو اس کی تاریک ٹھہری میں ہو۔

۴۴- وعنہ رضی اللہ عنہ قال: انما النساء عورة وان المرأة لتخرج من بیتها وما بها من بأس فیستشرفها الشیطان فیقول انک لا تمرین باحد الا اعجبته وان المرأة لتلبس ثیابها فیقال این تریدین، فتقول اعود مریضا او اشهد جنازة او اصلی فی مسجد، وما عبدت امرأة ربها مثل تعبدہ فی بیتها“.

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات، مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۵ و ذکرہ الحافظ المنذری فی الترغیب، ج: ۱، ص: ۲۲۷ وقال اسنادہ حسن)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورتیں سر لپا پردہ ہیں، عورت گھر سے اس حال میں نکلتی ہے کہ اس کا قلب بے عیب صاف ستھرا ہوتا ہے (لیکن گھر سے نکلتے ہی) شیطان اس کی فکر میں پڑ جاتا ہے اور وہ اس کی نگاہوں میں آجاتی ہے۔ اور اس کے دل میں ڈالتا ہے تو جس کے پاس سے بھی گزرے گی اسے اچھی لگے گی اور عورت (باہر جانے کے لئے کپڑا پہنتی ہے تو گھروالے پوچھتے ہیں کہاں کا ارادہ ہے۔ تو وہ کہتی ہے: بیار، زیارت کو جارہی ہوں یا جنازہ میں جارہی ہوں یا مسجد میں نماز کو جارہی ہوں حالانکہ عورت کی سب سے بہتر اور اچھی عبادت یہی ہے کہ وہ (کسی کار خیر کے لئے باہر جانے کے بجائے) اپنے گھر میں اللہ کی عبادت کرے۔

۴۵- عن ابن عباس ان امرأة سألتہ عن الصلوٰۃ فی المسجد

يوم الجمعة فقال: صلاتك في مخد عك افضل من صلاتك في بيتك، و صلاتك في بيتك افضل من صلاتك في حجرتك، و صلاتك في حجرتك افضل من صلاتك في مسجد قومك.

(رواه ابن ابی شیبہ فی مصنفہ، ج: ۲، ص: ۳۸۴)

رجالہ رجال الجماعۃ سوی عبدالاعلیٰ و هو صدوق یہم وروی عنہ الاربعۃ و حسن لہ الترمذی و صح الطبری حدیثہ فی الکسوف .

”عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے ان سے مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے بارے میں مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا تمہارا نماز پڑھنا اپنی چھوٹی کوٹھری میں افضل ہے کمرے میں نماز پڑھنے سے، اور تمہارا کمرے میں نماز پڑھنا افضل ہے گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے اور گھر کے صحن میں نماز پڑھنا محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

ان سب حدیثوں کا حاصل یہی ہے کہ عورت جس قدر اپنے پردہ کی جگہ سے دور ہوتی جاتی ہے اسی قدر ثواب کم ہوتا جاتا ہے کیونکہ وہ جتنا گھر اور پردہ سے دور ہوگی فتنہ اور گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ اتنا ہی بڑھتا جائے گا ورنہ ثواب کی کمی کی کوئی وجہ نہیں چنانچہ مردوں کے دور جانے میں یہ احتمال نہیں ہے اس لئے ان کے دور جانے سے ثواب زیادہ ہوتا ہے ”اعظم الناس اجر اھ فی الصلوٰۃ ابعدهم فابعدهم ممشی“ (متفق علیہ) ثواب میں وہ لوگ بڑھے ہوتے ہیں جو دور سے آتے ہیں اور ان سے زیادہ ان کا ثواب ہے جو اور دور سے آتے ہیں۔“

ضروری وضاحت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات عالیہ آپ کے سامنے ہیں جو تعدد طرق اور کثرت میں شہرت بلکہ تواتر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا محل فتنہ ہے اور ان کا اپنے مکان کے اندر رہنا اللہ کی رضا اور تقرب کا باعث ہے۔ حدیث ۳۷۱-۳۸-۳ اور ۳۹ کو ایک بار پھر غور سے ملاحظہ کر لیا جائے۔ نیز یہ احادیث مبارکہ واضح الفاظ میں بتا رہی ہیں کہ عورتوں کے لئے جماعت میں شرکت واجب و سنت نہیں بلکہ اس کے برعکس ان کا گھر کے اندر نماز پڑھنا افضل و بہتر ہے اور خواتین اسلام کو اپنے گھروں میں نماز ادا کرنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترغیب دلاتے رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ترغیبات کی موجودگی میں کیا کوئی عقل مند، ذی ہوش جس کے دل میں حکم خداوندی اور فرمودات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی کچھ بھی قدر اور اہمیت ہے وہ یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ جمہور محدثین و فقہاء معاشرہ کے بگاڑ اور ماحول میں ہر چہا سو پھیلے ہوئے شر و فساد کے پیش نظر عفت مآب مستورات کو جو مسجد آنے سے منع کرتے ہیں وہ فرمان الہی ”وَقَرْنَ فِی بُیُوتِكُنَّ“ اور منشا نبوی ”وَبِیُوتِهِنَّ خَبِير لِهِنَّ“ (ان کے گھر ہی ان کے لئے بہتر ہیں) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں؟

لا ریب کہ رسول اللہ ﷺ نے صاف لفظوں میں یہ نہیں فرمایا کہ عورتوں کو کسی حال میں گھر سے نکلنے مت دو، لیکن اس نکلنے پر جو قیود اور شرطیں

عائد کی ہیں (جن کی تفصیل گذشتہ سطور میں آچکی ہے) اور ان سب کے بعد بھی جس طرح صاف اور واضح لفظوں میں بار بار عورتوں کو گھر میں نماز ادا کرنے کی جانب متوجہ کیا، رغبت دلانی اور جس کثرت سے اپنی مرضی مبارک کا اظہار فرمایا ان کا سرسری مطالعہ بھی ایک صاحب ایمان کے دل میں یہ یقین پیدا کرنے کے لئے کافی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی تائید و حمایت اس گروہ کے ساتھ ہرگز نہیں ہے جو مستورات کو گھر سے باہر نکلنے کی دعوت و ترغیب دے رہے ہیں اور اپنی کم فہمی یا گمراہی کے سبب آنحضرت ﷺ کے خلاف منشاء عمل کو ”سنت“ ٹھہرا رہے ہیں ذرا غور تو کیجئے اگر عورتوں کے لئے جماعت کی حاضری سنت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ جماعت ترک کر کے گھروں میں نماز پڑھنے کو افضل و بہتر کیونکر فرماتے اور اس کی ترغیب کیوں دیتے۔ جب کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جماعت میں نہ ہونے والوں پر اس درجہ سخت ناراض ہوئے کہ اپنی تمام تر صفت رحمت و شفقت کے باوجود انہیں مع ان کے گھروں کے جلانے کی دھمکی دی سچی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ایک لفظ اور ہر ہر فقرہ سے یہی مترشح ہو رہا ہے کہ خواتین اسلام کو ان ساری شرطوں کی رعایت کے باوجود آپ کو زبان مبارک سے صاف طور پر مساجد سے روک تو نہیں رہے ہیں مگر یہ ضرور چاہتے ہیں کہ خود مستورات آپ کی مرضی و منشاء سے واقف ہو کر باہر نکلنے اور جماعت میں حاضر ہونے سے رک جائیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور کی منشاء کو بلا کم و کاست سمجھا اور اپنی بیوی عاتکہ کو جو ان کے ساتھ مسجد جایا کرتی تھیں صاف لفظوں میں منع تو نہیں کیا مگر اپنی ناگواری سے گاہ بگاہ ان کو مطلع کرتے رہے۔ اور شہادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد جب یہی خاتون حضرت زبیر بن

عوام رضی اللہ عنہ (یکے از عشرہ مبشرہ) کے عقد میں آئیں تو حضرت زبیر نے انہیں زبان سے تو نہیں روکا مگر ایک لطیف تدبیر اور درست حکمت عملی کے ذریعہ ان کو باور کرا دیا کہ مسجد جانے کا ان کا یہ عمل منشاء نبوی کے خلاف ہے اور خطرات سے بھی خالی نہیں ہے چنانچہ اسی وقت سے اس اللہ کی بندی نے مسجد جانا ترک کر دیا۔

ام حمید رضی اللہ عنہا اسی منشاء نبوی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کی شدید خواہش کے باوجود گھر کی ایک کوٹھری میں نماز پڑھتی رہیں اور مرضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل میں تا دم حیات مسجد جانے کے لئے گھر سے باہر قدم نہیں نکالا اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا احساس تو اس سلسلہ میں بہت قوی اور نہایت صحیح تھا اور بالخصوص نسوانی مسائل میں ان سے بڑھ کر اسرار شریعت سے واقف اور کون تھا انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صاف لفظوں میں اعلان فرمادیا تھا ”لو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی ما احدث النساء لمنعهن المسجد الحدیث“ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی اس بدلتی ہوئی حالت کو ملاحظہ فرمالیے تو انہیں ضرور مسجد آنے سے روک دیتے۔

(۵) وہ احادیث جن سے مساجد میں

جانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے

۴۶ - عن عائشة قالت: لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل، فقلت: لعمرة او ممنع؟ قالت نعم. (بخاری، ج: ۱، ص: ۲۰، أو مسلم، ج: ۱، ص: ۱۸۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا عورتوں نے زیب و زینت اور نمائش جمال کا جو طریقہ ایجاد کر لیا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ملاحظہ فرمالتے تو انہیں مسجدوں سے ضرور روک دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں، امام تیمی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ کا یہ اثر اس کی دلیل ہے کہ جب عورتوں میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو پھر ان کا مسجدوں میں جانا درست نہیں۔

(عمدة القاری، ج: ۶، ص: ۱۵۹)

۴۷ - عن عائشة قالت كن نساء بنی اسرائیل يتخذن ارجلا من خشب يتشرفن للرجال فی المساجد فحرم الله علیهن ، وسلطت علیهن الحيضة ص: ۴۴۵ "اخرجه عبدالرزاق باسناد صحيح وهو ان كان موقوفا حكمه حكم الرفع لانه لا يقال بالرائیة حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنی اسرائیل کی عورتیں لکڑی کے پاؤں بنا لیا کرتی تھیں کہ ان پر اونچی ہو کر مسجدوں میں مردوں کو کھانگیں تو اللہ نے ان پر مسجدیں حرام کر دیں اور ان چوہیں مسلط کر دیا گیا۔

۴۸ - عن ابن مسعود قال كان الرجال والنساء فی بنی اسرائیل یصلون جمیعا فكانت المرأة (اذا كان) لها الخلیل تلبس التالیین تطول بهما لخلیلها فالقی علیهن الحيض، فمکان ابن مسعود یقول اخروهن حیث اخرهن الله، فقلنا لابی بكر ما القالین؟ قال رفیضین من خشب."

(اخرجه عبدالرزاق فی المصنف، ج: ۳، ص: ۱۴۹ و ذکره الہیثمی فی مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۵ وقال رواه الطبرانی فی الکبیر و رجاله رجال الصحیح وقال الحافظ اخرجہ عبدالرزاق باسناد صحیح وعنده عن عائشة

مثله "فتح الباری، ج: ۱، ص: ۵۲۷)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے مرد و زن اکٹھا نماز پڑھا کرتے تھے جب کسی عورت کا کوئی آشنا ہوتا تو وہ کھڑاؤں پہن لیتی تھی جن سے وہ لمبی ہو جاتی اپنے آشنا کو (دیکھنے) کے لئے (تو ان کی اس نازیبا حرکت پر بطور سزا کے) ان پر حیض مسلط کر دیا گیا (یعنی ان کے حیض کی مدت دراز کر دی گئی) اور اس حالت میں مسجدوں میں آنا حرام کر دیا گیا حضرت عبداللہ اس کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے ان عورتوں کو پیچھے رکھو جس جگہ سے اللہ نے انہیں پیچھے کر دیا ہے۔

اور طبرانی کی روایت میں اخرو جوہن حیث اخو جہن اللہ کے الفاظ ہیں یعنی ان عورتوں کو نکال دو جہاں سے اللہ نے ان کو نکالا ہے۔ توضیح: حدیث ۳۶ میں مزاج شناس نبوت اور واقف اسرار شریعت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بڑے یلخ پیرائے میں امت کو تنبیہ فرماتی ہیں کہ اسلامی شریعت اس درجہ کامل اور لازوال ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ایسے جامع اور ابدی ہدایت کے حامل ہیں کہ زمانہ کے انقلابات کوئی بھی رنگ اختیار کر لیں ایک صاحب بصیرت پھر بھی آپ کے انہیں ارشادات کی روشنی میں یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ اگر آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوتے تو ان حالات کے سلسلہ میں کیا کیا احکامات صادر فرماتے۔

چنانچہ وہ اپنی اسی دینی بصیرت کی بنیاد پر کامل وثوق اور پوری قوت کے ساتھ فرما رہی ہیں کہ عفت مآب خواتین اسلام کی آبرو اور شریفانہ اخلاق کی حفاظت کی غرض سے گھر سے باہر نکلنے کے لئے جو قیود اور شرطیں باند کی گئی تھیں اب عورتوں میں ان کا پاس و لحاظ نہیں رہا اور پاکیزگی اخلاق کے جس بلند معیار پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فائز تھیں اب

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موقنون“ مجمع الزوائد، ج: ۲، ص: ۳۵“ وقال

المنذری باسناد لا یأس بہ“ الترغیب، ج: ۱، ص: ۲۲۸)

ابو عمرو الشیبانی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جمعہ کے دن عورتوں کو کنکری
مار مار کر مسجد سے باہر نکال رہے تھے۔

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ
عنہ کا بھی یہی اسوہ اور طرز عمل نقل کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

۵۰: ”وکان ابن عمر رضی اللہ عنہما یقوم یحصب النساء یوم
الجمعة یخرجہن من المسجد“ (عمدة القاری، ج: ۶، ص: ۱۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے عورتوں کو
کنکریاں مار مار کر مسجد سے باہر نکال رہے تھے۔

خليفة راشد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تو اس معاملہ میں حضرت عبداللہ
بن مسعود اور اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ حساس
تھے چنانچہ حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ:

۵۱ - سنل الحسن عن امرأة جعلت علیها ان اخرج زوجها من السجن
ان تصلى في كل مسجد تجمع فيه الصلوة بالبصرة ركعتين؟ فقال
الحسن تصلى في مسجد قومها فانها لا تطبق ذلك لو ادركها عمر بن
الخطاب لا ورجع رأسها“ (معنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۳۸۳)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے ایک عورت کے بارے میں پوچھا گیا
جس نے یہ نذرمان رکھی تھی کہ اگر اس کے شوہر کو جیل سے رہائی مل گئی تو وہ
بصرہ کی ہر اس مسجد میں جس میں نماز باجماعت ہوتی ہے دو رکعت نفل پڑھے
گی تو حسن بصری نے فرمایا کہ وہ اپنے محلہ میں دو گانہ نفل پڑھ لے اسے ساری

اس میں گراوٹ آگئی ہے (اسی اخلاقی گراوٹ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی
اللہ عنہ کے صاحب زادے نے ”فیخذن دخلا“ (اگر انہیں مسجد جانے
کی اجازت دی گئی تو وہ اسے مکرو فریب کا ذریعہ بنا لیں گی) کے الفاظ سے اور
حضرت عائشہ زوجہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے ”فسد الناس“
کے جملہ سے بیان کیا) ایسی حالت میں حضور انہیں مسجد میں آنے کی ہرگز
اجازت نہ دیتے اس لئے تغیر احوال اور عورتوں میں در آئی بے احتیاطیوں کا
تقاضہ یہی ہے کہ انہیں مسجد آنے سے قطعی طور پر روک دیا جائے۔ پھر اپنے
اس بصیرت افروز فیصلہ کی تائید میں حدیث ۷۷ کو پیش فرما رہی ہیں کہ بنی
اسرائیل کی عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت تھی مگر جب ان کی نیتوں میں رگاڑ
آیا اور اس اجازت کو انہوں نے دجل و فریب کا ذریعہ بنا لیا تو ان پر مسجدوں کی
آمد حرام کر دی گئی حدیث ۴۸ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی
لفظ بہ لفظ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قول کی تائید و تصویب اور حمایت فرما رہے
ہیں اور اس مضبوطی کے ساتھ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جس بات کو اصولی
رنگ میں بیان کیا تھا حضرت ابن مسعودؓ نے اسی کو ”اخروجوهن حیث
اخروجهن اللہ“ کے الفاظ میں نہایت واضح اور صاف طور پر بیان کیا یعنی
جس جگہ (مسجد) سے اللہ نے ان (عورتوں) کو نکال دیا ہے (حکم خداوندی
کی اتباع میں اے فرزند ان اسلام) تم بھی وہاں (مسجدوں) سے انہیں نکال
دو“ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے صرف زبانی ہدایت پر ہی اکتفا نہیں کیا
بلکہ اس اہم اور دور رس نتائج کے حامل مسئلہ میں اپنے عمل کے ذریعہ بھی
امت کی رہنمائی فرمائی چنانچہ ابو عمرو الشیبانی بیان کرتے ہیں کہ

۴۹ - انه رای عبداللہ یخرج النساء من المسجد یوم الجمعة
ویقول اخروجن الی بیوتكن خیر لکن“

(۶) عیدین کے موقع پر عید گاہ جانے سے متعلق روایات

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو گئی کہ فرائض پنجگانہ اور جمعہ کی جماعتوں میں عورتوں کی حاضری افضل اور بہتر نہیں تو عیدین کی نمازوں میں (جو کسی کے نزدیک بھی فرض نہیں) کیوں کر سنت و مستحب ہو سکتی ہے علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی بھی عورتوں کو عیدین کی نماز میں آنے کی ترغیب دی ہو اور اس کی فضیلت بیان فرمائی ہو اس لئے جن حدیثوں سے بھی اس زمانہ خیر و صلاح میں عورتوں کا عیدین کی جماعت میں حاضر ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے وہ خواہ کسی بھی صیغے اور لفظاظ پر مشتمل ہوں ان سے محض رخصت و اباحت ہی ثابت ہوگی۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ بچے، عورتیں بالخصوص دوران حیض تو سرے سے نماز عیدین کے شرعاً مکلف ہی نہیں ہیں تو پھر یہ عید گاہ جانے کے کیوں کر مکلف ہوں گے چنانچہ امام قرطبی لکھتے ہیں:

”لايستدل بذلك على الوجوب لان هذا انما توجه ليس بمكلف بالصلوة بالاتفاق، وانما المقصود التدرب على الصلوة والمشاركة في الخير و اظهار جمال الاسلام، وقال القشيري لان اصل الاسلام كانوا اذا ذاك قليلين“

ان حدیثوں سے (جن میں عورتوں کو عیدین کے موقع پر عید گاہ جانے کا حکم ہے) اس کے وجوب پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حکم ان کو دیا گیا ہے جو سرے سے اس نماز کے مکلف ہی نہیں ہیں، بلکہ

مسجدوں میں جا کر نماز ادا کرنے کی قدرت نہیں کیوں کہ اگر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کو پاتے، تو ایسا کرنے پر انہیں ضرور سزا دیتے۔

۵۲ - مشہور تابعی حضرت عطار حمد اللہ سے ان کے شاگرد ابن جریج نے پوچھا:

ايحق على النساء اذا سمعن الاذان ان يجئن كما هو حق على الرجال؟ قال لا لعمرى“ (مصنف عبدالرزاق، ج: ۳، ص: ۱۳۷)

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطا سے پوچھا کیا عورتوں کے حق میں بھی شرعاً یہ ثابت ہے کہ وہ جب اذان سنیں تو مسجد حاضر ہوں جس طرح اجابت اذان کا یہ حق مردوں پر ثابت ہے تو انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ نہیں۔ ایک اور تابعی و فقیہ و مجتہد حضرت ابراہیم نخعی کے بارے میں متعدد سندوں سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ:

۵۳ - كان لابراهيم ثلاث نسوة فلم يكن يدعهن يخرجن الى جمعة ولا جماعة.

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۳۸۵ و مصنف عبدالرزاق، ج: ۳، ص: ۱۵۱ و ۱۵۰)

مشہور امام و محدث اعمش بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تین بیویاں تھیں وہ کسی کو بھی جمعہ و جماعت میں حاضر ہونے کے لئے مسجد جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

۵۴: حضرت عبد اللہ بن مسعود کے مشہور تلامذہ اور مجتہد فقیہ علقمہ اور اسود کے بارے میں بھی منقول ہے۔

ان علقمة والاسود كانا يخرجان نساءهم في العیدین و يمنعانهن من الجمعة.

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۱۸۲)

عبد الرحمن بن الاسود بیان کرتے ہیں کہ علقمہ اور اسود یہ دونوں بزرگ اپنی عورتوں کو عید گاہ لے جاتے تھے مگر جمعہ میں حاضر ہونے سے منع کرتے تھے

عورتوں (اور بچوں) کو عید گاہ لے جانے کا مقصد تو یہ تھا کہ انہیں نماز کا عادی بنایا جائے۔ (مسلمانوں کی دعاؤں کی) اور خیر و برکت میں ان کی بھی شرکت ہو جائے بقول امام قشیری اور چونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی) اس لئے عورتوں اور بچوں کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ عیدین کے موقع پر مردوں کے ساتھ عید گاہ حاضر ہوں تاکہ جماعت مسلمین کی کثرت سے اسلام کے جمال اور شوکت کا اظہار ہو۔

تقریباً یہی بات امام طحاوی بھی فرماتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں چونکہ مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی اس لئے کثیر جماعت کے پیش نظر عورتوں (اور بچوں) کو عیدین میں نکلنے کا حکم دیا گیا تاکہ ان کی کثرت دیکھ کر دشمنان اسلام کے اندر خوف و ہراس پیدا ہو، اب جب کہ اللہ نے اسلام کو غلبہ دیدیا تو اس کی ضرورت نہیں رہی۔

اس تفصیل کے بعد اس باب سے متعلق احادیث اور آثار صحابہ و تابعین کے پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی لیکن فریب خوردگان تہذیب مغرب خاص طور پر اس سے متعلق احادیث کو اپنی پیار رائے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور علامتہ المسلمین کو یہ باور کرانے کی سعی رائگاں کرتے ہیں کہ علمائے دین حدیث رسول کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے عورتوں کو عیدین کے موقع پر عید گاہ جانے سے روکتے ہیں۔

۵۵ - عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج اہلہ فی العیدین

(جامع المسانید والسنن، ج: ۳۱، ص: ۹۰) (استادہ حسن۔)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کو عیدین میں لے جاتے تھے

اس روایت سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو عیدین میں لے جاتے تھے۔ لیکن صرف لے جانے کے ثبوت سے استحباب یا سنت کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل بعض نساہنہ وهو صائم وکان املککم لاربہ“ رسول اللہ صلی اللہ وسلم بحالت روزہ بعض ازواج کو بوسہ لے لیتے تھے اور آپ اپنی حاجت پر تم سے زیادہ قابو رکھتے تھے، اس حدیث پاک سے حضور ﷺ کا روزہ کی حالت میں بوسہ لینے کا ثبوت ہو رہا ہے تو کیا بحالت روزہ بوسہ لینا مستحب یا سنت ہے؟

اسی طرح صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ نے وضو میں اعضاء وضو کو صرف ایک ایک بار دھویا، نہایت قوی حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ نے صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھی، تو کیا اعضاء وضو کو صرف ایک ایک بار دھونا سنت یا مستحب ہے یا صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت ہے؟ بلکہ ان سب سے صرف جواز و اباحت کا ثبوت ہوتا ہے، اسی طرح عیدین میں آپ کے اہل خانہ کو لے جانے سے بھی جواز و اباحت ہی کا ثبوت ہو گا اور بس۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ اباحت اس شر و فساد کے زمانہ میں بھی باقی ہے جب کہ باہر نکلنے کی اجازت جن شرطوں پر موقوف تھی ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل بالعموم باقی نہیں رہا۔

۵۶ - عن ام عطیة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج الایکار والعواتق وذوات الخدور والحیض فی العیدین فاما الحیض فیتزلن المصلی ویشہدن دعوة المسلمین، قالت احداهن یا رسول اللہ ان لم یکن لہا جلباب؟ قال فلتعمرھا اختہا من جلبابہا.

قال ابو عیسی حدیث ام عطیة حدیث حسن صحیح وقد

ذهب بعض اهل العلم الى هذا ورضى النساء في الخروج الى العيدين، وكرهه بعضهم، وروى عن ابن المبارك انه قال اكره اليوم الخروج للنساء في العيدين فان ابنت المرأة الا ان تخرج فياذن لها زوجها ان تخرج في اطمارها ولا تتزين فان ابنت ان تخرج كذلك فللزواج ان يمنعهما عن الخروج ويروى عن عائشة قالت: لورأى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما حدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنى اسرائيل، ويروى عن سفیان الثوري انه كره اليوم الخروج للنساء الى العيد. (جامع ترمذی، ج: ۱، ص: ۱۲۰)

”حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ غیر شادی شدہ، نوجوان اور پردہ نشیں عورتوں کو عیدین میں (عید گاہ) جانے کا حکم فرماتے تھے، لیکن حائضہ عورتیں مصلیٰ (نماز گاہ) سے علیحدہ رہیں اور صرف مسلمانوں کی دعاء میں حاضر رہیں، ہم عورتوں میں سے کسی نے کہل یا رسول خدا اگر کسی کے پاس پردہ کے واسطے بڑی چادر (برقع) نہ ہو (تو وہ کس طرح نکلے گی) فرمایا اس کی بہن اپنا جلباب (جو فاضل ہو) اسے عاریت پر دیدے۔“

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ام عطیہ کی یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ اور بعض علماء نے اس حدیث کے ظاہری مفہوم کو اختیار کیا ہے اور عیدین میں عورتوں کو عید گاہ جانے کی رخصت دی ہے، اور بعض دوسرے علماء اس نکلنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک (مشہور امام حدیث) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے نزدیک آج کے زمانہ میں عورتوں کا عیدین میں عید گاہ جانا مکروہ ہے اور اگر کوئی عورت جانے پر بھند ہو تو اس کا شوہر اس شرط کے ساتھ اجازت دیدے کہ وہ اپنے پرانے کپڑوں میں بغیر زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کے جائے اور اگر اس طرح سادگی کے ساتھ

جانے پر تیار نہ ہو اور حج و حج کر جانا چاہے تو شوہر اس کو نکلنے سے روک دے، اور حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو دیکھ لیتے جہیں عورتوں نے ایجاد کر لیا ہے تو انہیں مسجد جانے سے ضرور روک دیتے جس طرح سے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ اور سفیان ثوری (مشہور امام حدیث و مجتہد) کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی آج کے زمانہ میں عورتوں کو عید کے موقع پر عید گاہ جانے کو مکروہ کہتے ہیں۔“

امام ترمذی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ ان تفصیلات سے ظاہر ہے کہ یہ ائمہ حدیث و فقہ اس حدیث پاک کو مصالح کی بنیاد پر ایک وقتی رخصت و اباحت پر محمول کرتے ہیں ورنہ اسے عہد میں عورتوں کے عید گاہ جانے کو حدیث کے خلاف مکروہ کیوں کہتے۔ پھر تنہا عبد اللہ بن مبارک اور سفیان ثوری ہی عورتوں کے عید گاہ جانے کو ناپسند نہیں سمجھتے بلکہ ان کے ساتھ اکابر امت کی ایک جماعت ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل روایتیں۔

۵۷ - عن نافع عن ابن عمر انه كان لا يخرج نساءه في العيدين (اخرجه ابن ابى شيبة ورجال اسناده رجال الجماعة غير عبد الله بن جابر وقال الذهبي في الكاشف هو ثقة وقال الحافظ في التقريب مقبول من السادسة)

نافع مولیٰ ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر اپنی عورتوں کو عیدین میں (عید گاہ) نہیں لے جاتے تھے۔“

۵۸ - مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت بھی ہے ”وكان عبد الله بن عمر يخرج الى العيدين من استطاع من اهله“

حضرت عبد اللہ بن عمر اپنے گھروالوں میں جسے بھی لے جاسکتے اسے

لے کر عید گاہ جاتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے معمول سے متعلق بظاہر یہ دونوں روایتیں متعارض ہیں حافظ عسقلانی نے اس تعارض کو یہ کہہ کر ختم کیا ہے ”فیحتمل ان یحمل علی حالتین“ یعنی ان ہر دو روایتوں کو دو حال پر محمول کیا جائے کہ کبھی گھر والوں کو عید گاہ لے جاتے تھے اور کبھی نہیں لے جاتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سنت رسول اللہ (ﷺ) پر جس وارفتگی اور شدت کے ساتھ عامل تھے وہ جماعت صحابہ میں ان کی خصوصیت شمار کی جاتی ہے اس لئے عورتوں کو عیدین میں لے جانے سے متعلق آنحضرت (ﷺ) کے قول و عمل کے بعد ابن عمر جیسے شیدائی سنت کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو عید گاہ لے جائیں اس لئے بظاہر یہی احتمال قوی ہے کہ ابتداء میں ان کا عمل یہی تھا کہ پورے اہتمام کے ساتھ وہ اپنے گھر والوں کو عید گاہ لے جایا کرتے تھے، لیکن جب احوال متغیر ہو گئے اور فتنہ کا اندیشہ قوی ہو گیا تو سنت رسول ہی کی اتباع میں اہل خانہ کو عید گاہ کو لے جانا ترک کر دیا۔

۵۹ - عن هشام بن عروة عن ابیه انه کان لا یدع امرأة من اہله تخرج الی فطر ولا اضحیٰ

(اخرجه ابن ابی شیبہ فی مصنفہ، ج: ۲، ص: ۱۸۳، رجالہ رجال الجماعۃ)

ہشام اپنے والد عروہ (یکے از فقہائے سبعہ) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے گھر کی کسی عورت کو بھی عیدین کے لئے گھر سے نکلنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔

۶۰ - عن عبدالرحمن بن القاسم قال: کان القاسم اشد شی علی العواتق لا یدعہن ینخرجن فی الفطر والاضحیٰ

(اخرجه ابن ابی شیبہ فی مصنفہ، ج: ۲، ص: ۱۸۳)

عبدالرحمن اپنے والد قاسم (یکے از فقہائے سبعہ) کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ قاسم نوجوان عورتوں پر بطور خاص بہت سخت گیر تھے انہیں عید اور بقر عید میں نکلنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔

۶۱ - عن ابراہیم قال یکرہ للشابۃ ان تخرج الی العیدین ایضاً ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جوان عورتوں کا عیدین کے لئے نکلنا مکروہ ہے۔

۶۲ - عن ابراہیم قال یکرہ خروج النساء فی العیدین ایضاً۔ ابراہیم نخعی ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا عورتوں کا عیدین کے لئے نکلنا مکروہ ہے۔ الحاصل یہ احادیث رسول، آثار صحابہ، اقوال تابعین اور ائمہ حدیث و فقہ کی تصریحات آپ کے سامنے ہیں جن سے بغیر کسی خفا اور پوشیدگی کے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ پردہ کے مسئلہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شرطیں اور قیود خواتین اسلام کی عزت و آبرو اور شریفانہ اخلاق کی حفاظت کی غرض سے لگائی ہیں وہ درحقیقت حکم خداوندی ”قرن بیوتکن“ کی پیغمبرانہ ابدی تفسیر ہے جس سے علماء اسلام کو سبق دیا گیا ہے کہ جب مستورات ان شرطوں کی پابندی سے آزاد ہو جائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی و منشاء کے مطابق صاف صاف یہ اعلان کر دیں کہ موجودہ حالات میں بنات اسلام کے لئے مساجد اور دیگر اجتماعات میں جانا جائز نہیں ہے وراثت نبوی کی اسی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے رازدان اسرار نبوت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پوری قوت کے ساتھ فرما رہی ہیں کہ ”لو ادرك رسول الله صلی الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد“

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسی حق کی ادائیگی میں عورتوں کو مسجد آنے پر سرزنش فرمایا کرتے تھے۔

آج جو لوگ گرد و پیش اور انجام و عواقب سے آنکھیں بند کر کے خواتین ملت کو گھروں کی چہار دیواری سے باہر نکلنے کی دعوت دے رہے ہیں کیا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ حقوق نسواں کا پاس و لحاظ کرنے والے ہیں یا ان کا معاشرہ اور سوسائٹی عائشہ صدیقہؓ کی سوسائٹی سے عمدہ اور بہتر ہے یا وہ منشاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زبیر بن عوام عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، عروہ بن زبیر قاسم بن محمد، اسود علقمہ تلامذہ ابن مسعود، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، عبد اللہ مبارک اور جمہور صحابہ و تابعین اور فقہاء و محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ آج جب کہ مغرب عورتوں کی آزادی اور پردہ داری سے تنگ آ کر اپنی اخلاقی تباہ حالی پر ماتم کر رہا ہے اور وہاں کے مدیرین اس بے حجابی کی آغوش سے نشوونما پانے اور پروان چڑھنے والی انسانیت سوز بے حیائی و فحش کاری سے اپنے معاشرہ کو بچانے کی تدبیریں سوچ رہے ہیں ہمارے مشرق کے نام نہاد مصلحین نماز و مسجد جیسے مقدس اور با عظمت نام سے مستورات کو بے پردہ کرنے کے درپے ہیں۔

”بریں عقل و دانش ببايد گريست“ فالی اللہ المشتکی

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على
رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين .

حبیب الرحمن قاسمی

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

۲۳ شعبان ۱۴۱۸ھ